عمران سیریز

دہشت گرد

متحرک موت

مکمل ناول

از

مظہر کلیم ایم۔اے

مقرر کر رکھا تھا تو ظاہر ہے انجام کیا ہوا ہو گا۔ لیکن سوپر فیاض آخر سوپر فیاض ہے۔ یقین کیجئے سیکرٹ سروس منہ دیکھتی رہ گئی۔ اور سوپر فیاض نے میدان مار لیا۔ کیسے ؟

اس کا جواب آپ کو ناول پڑھنے سے ہی ملے گا۔ بہرحال یہ ایک خوب صورت اور تیز رفتار ایکشن سے بھرپور ایسی کہانی ہے جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد کہانی کے اختتام تک آپ نظریں نہ ہٹا سکیں گے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

ضروری اطلاع

ایک ہی جلد میں دونوں حصے شائع کئے جا رہے ہیں
دہشت گرد۔ اوّل — متحرک موت۔ دوم

"خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے — اپنے آباؤ اجداد کی قسم میں آئندہ جاسوسی کا نام بھی نہ لوں گا۔ — میری توبہ ہزار بار توبہ" — عمران نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے سر پر ایک زوردار جوتا پڑا اور وہ ایک بار پھر چیخ پڑا۔

"معاف کر دیجئے — اللہ قسم بس اس بار معاف کر دیجئے" — عمران اب باقاعدہ رونے پر اتر آیا تھا۔

"اور کر تو یہ جاسوسی ماسوسی — ہر وقت میری جان سولی پر ٹنگی رہتی ہے۔ اور تم جاسوسی کرتے پھر رہے ہو" — ایک اور جوتا عمران کی کھوپڑی پر پڑا۔ اور عمران دھڑام سے پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ اس کی آنکھوں سے اب باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے اور چہرہ اس بچے کی طرح ہو گیا تھا جسے مار کھاتے وقت کوئی بچانے والا نظر نہ آ رہا ہو۔

"اماں بس اب رہنے دیجئے۔ بہت ہو گئی بھائی جان کے ساتھ" — ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ ایسے باز نہیں آئے گا ثریا —— میں نے اب تک بہت صبر کیا ہے۔ آج میں اس کی ساری جاسوسی اس کی ناک سے نکال کر ہی دم لوں گی" عمران کی والدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا جوتا فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

"اماں جان آپ کو کیا پتہ —— یہ ثریا کی بچی مجھے اکساتی رہتی ہے۔ کہتی ہے بھیا —— اگر تم نے جاسوسی چھوڑ دی —— پھر میں اپنی سہیلیوں سے کیسے کہوں گی کہ میرا بھائی جان جاسوس ہے" —— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ثریا —— تم اپنے بھائی کی دشمن کیوں ہو گئی ہو۔ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میرا بیٹا کیوں جاسوسی جاسوسی کرتا پھر رہا ہے" —— عمران کی والدہ ثریا پر چڑھ دوڑی۔

"ارے ارے اماں جان —— بھائی جان خواہ مخواہ مجھ پر الزام دھر رہے ہیں۔ میں نے کب کہا ہے کہ یہ جاسوس ہیں" —— ثریا نے بوکھلا کر کہا اور پھر وہ عمران کو منہ چڑا کر کمرے سے بھاگ اٹھی کیونکہ اسے علم تھا کہ اب جوتوں کی بارش کا رخ اس کی طرف ہونے والا ہے۔

"تم نے میری جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ جب دیکھو غائب۔ پوچھو تو جاسوسی ہو رہی ہے" —— عمران کی والدہ نے جوتا پھینک کر باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

"ارے ارے اماں جان —— بس رویئے مت —— آپ مجھے ہزار پانچ سو جوتے اور مار لیجئے۔ اللہ قسم آپ کے جوتے کھانے کے لئے تو میں جاسوسی کرتا ہوں" —— عمران نے اٹھ کر ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر وعدہ کر کہ آئندہ جاسوسی نہیں کرے گا" —— ماں نے پچکارتے ہوئے کہا۔

"اماں میرے باپ کی توبہ" —— عمران نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"باپ کی بات نہ کر —— انہی کے لاڈ نے تو تمہیں بگاڑ رکھا ہے۔ غضب خدا کا —— بیٹا جاسوسی کرتا پھر رہا ہے اور باپ کو پرواہ نہیں" عمران کی والدہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اماں —— ایک بات تو بتایئے —— آپ کو پتہ ہے جاسوسی ہوتی کیا ہے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا —— تو اب تم ماں کو جاہل سمجھنے لگے ہو۔ جیسے مجھے پتہ نہیں کہ یہ موئی جاسوسی کیا بلا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ جاسوسی کا مطلب ہے غیر عورتوں کے پیچھے غنڈوں بدمعاشوں سے لڑنا۔ بول میں ٹھیک کہہ رہی ہوں" —— عمران کی والدہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے —— خدا کی قسم آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔ ایسی جاسوسی تو صرف اباجان ہی کر سکتے ہیں۔ میری کیا مجال کہ میں جاسوسی کروں" —— عمران نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"باپ پر الزام لگاتا ہے —— ٹھہر تو ذرا" —— عمران کی والدہ نے دوبارہ جوتا سنبھالا اور عمران اٹھ کر یوں بھاگا جیسے موت اس کا پیچھا کر رہی ہو۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں اماں —— آپ اباجان سے پوچھ لیں" —— عمران نے دروازے میں رکتے ہوئے کہا۔ اور پھر مڑ کر بھاگا۔ مگر جوتا

اس کی کمر پر پڑ ہی چکا تھا۔

"بھائی جان بھائی جان" ——— برآمدے کے کونے میں کھڑی ثریا نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"ثریا کی بچی ——— کسی دن میں تیری چٹیا کاٹ کر پھینک دوں گا۔ اماں جان کو الٹی سیدھی پٹیاں تو ہی پڑھاتی رہتی ہے" ——— عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں بھائی جان ——— اماں جان نے آپ کے متعلق پوچھا کہ کئی دن ہوئے عمران نہیں آیا۔ آخر یہ کرتا کیا پھر رہا ہے۔ اور میں نے بس انہیں بتا دیا کہ جاسوسی کرتے پھر رہے ہیں" ——— ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور جاسوسی کا مطلب بھی ظاہر ہے تم نے ہی انہیں سمجھایا ہوگا" ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو کیا غلط بتایا ہے بھائی جان" ——— ثریا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو ذرا ——— میں تمہیں جاسوسی کا اصل مطلب بتاتا ہوں" ——— عمران نے اس کی طرف لپکتے ہوئے کہا اور ثریا اماں کے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ——— اچانک سر رحمان کی غصیلی آواز گونجی۔ وہ شاید قریبی کمرے میں آرام کر رہے تھے کہ ان کا شور سن کر باہر نکل آئے تھے۔

"ابا جان ——— اس ثریا کی بچی کو جاسوسی کا مطلب سمجھا رہا تھا"

عمران نے جھجک کر رکتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے لہجہ انتہائی برخوردارانہ ہی تھا۔

"بکواس بند کرو اور میرے ساتھ آؤ" ——— سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے۔

"بہت بہتر ——— بڑی مشکل سے جوتے پڑنے بند ہوئے تھے کہ اب پھر شروع ہونے والے ہیں" ——— عمران نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو ———" سر رحمان نے کمرے میں پہنچ کر ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قبلہ کھڑا ہو اور میں بیٹھ جاؤں" ——— عمران نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

"شٹ اپ ——— میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں" ——— سر رحمان نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ ایسا کریں مجھے اپنا ٹائم ٹیبل دے دیں تاکہ میں وقت کے مطابق وہی سناؤں جو آپ سننا چاہتے ہوں" ——— عمران نے انتہائی فدویانہ لہجے میں کہا۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے" ——— سر رحمان کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔

"بالکل بند کر دوں گا جناب ——— آپ حکم کریں تو بند کر کے اس کو تالا لگا دوں۔ تاکہ آسانی سے نہ کھل سکے" ——— عمران نے جواب دیا اور سر رحمان چند لمحے انتہائی غصیلی نظروں سے عمران کو گھورتے رہے۔

ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"وقت فرمائیے" ——— عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ سر رحمان اب غصے کی اس انتہا تک پہنچ چکے ہیں کہ گولی مار دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

"دہشت گرد کے متعلق تم کیا جانتے ہو" ——— سر رحمان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"دہشت گرد ——— کیا یہ کسی نئی فلم کا نام ہے۔ اللہ قسم آپ یقین کیجئے پچھلے ایک سو ایک سالوں سے میں نے کوئی فلم نہیں دیکھی" ——— عمران نے گڑبڑائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"میں فلم کی نہیں ——— بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کے متعلق پوچھ رہا ہوں" ——— سر رحمان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد ——— اچھا اچھا ——— اب میں سمجھا۔ یہ وہی تنظیم ہے جس نے مغربی یورپ کے چار ملکوں میں اودھم مچا رکھا ہے" ——— عمران نے بھی اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہی تنظیم" ——— سر رحمان نے جواب دیا۔

"بس ——— میں نے اس کا نام سنا ہے اس سے زیادہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم" ——— عمران نے جواب دیا۔

"ہونہہ ——— ٹھیک ہے پھر تم جا سکتے ہو ——— گیٹ آؤٹ" ——— سر رحمان نے کہا۔

"ارے ارے ——— آپ ناراض ہو گئے۔ یقین کیجئے مجھے اس تنظیم کی تفصیلات کا علم نہیں۔ مگر آپ کو اس تنظیم سے کیا دلچسپی ہو گی۔ آپ

[illegible] جوں سے اجازت لے دیں تو میں ان سے بھی بڑا دہشت گرد بن جاتا ہوں" ——— عمران نے جواب دیا۔

سر رحمان کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے کونے میں پڑی ہوئی میز کی دراز کھولی اور ایک کاغذ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ پڑھو" ——— سر رحمان کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

عمران نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیا۔ کاغذ پر صرف دو لائنیں ٹائپ کی گئی تھیں۔ اور نیچے عقاب کا نشان بنا ہوا تھا۔

"ہوشیار رہیئے۔ دہشت گرد کا آئندہ نشانہ آپ کا ملک ہے" ——— کاغذ پر ٹائپ شدہ لائنوں کا لب لباب یہی تھا۔

"یہ عقاب صاحب کون ہیں" ——— علی عمران نے کاغذ سے سر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ مغربی یورپ کے ایک ملک کی سیکرٹ سروس کا خصوصی نشان ہے۔ یہ کاغذ اس ملک کی طرف سے ہمیں خفیہ طور پر بھجوایا گیا ہے" ——— سر رحمان نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کیوں فکر کرتے ہیں یہ کاغذ سیکرٹ سروس کو بھجوا دیجئے اور بس" ——— عمران نے بڑے لاپروایانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— صدر مملکت نے یہ کاغذ میرے محکمے کو بھجوایا ہے۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی نگرانی میں ایک خصوصی ٹیم اس ملک میں بھیجوں تاکہ دہشت گرد کا خاتمہ وہیں کیا جا سکے۔ اسے ہمارے ملک تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جانا چاہیئے" ——— سر رحمان

نے کہا۔

"بہت نیک خیال ہے جناب ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض کی عمر خاصی طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے ختم کرنے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ——— کیا تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کو نکما سمجھتے ہو۔ تمہیں علم نہیں کہ اس نے کتنے بڑے بڑے مجرموں کی سرکوبی کی ہے۔ وہ میرے محکمے کی ناک ہے" ——— سر رحمان نے اپنے اسسٹنٹ کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس ناک کو اس بار ایسا نزلہ ہو گا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اس کا علاج نہ کر سکے گا۔ یہ بتا دوں جناب قبلہ والد صاحب" ——— عمران نے جواب دیا۔

"نہیں ——— یہ میرا فیصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کامیاب رہے گا" ——— سر رحمان نے کہا۔

"آپ آئی تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ دہشت گرد کو یہاں آنے دیجئے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اسے پکڑ کر دو جوتے لگائے گا اور دہشت گرد خالی گرد جھاڑتا رہ جائے گا" ——— عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے مشورہ دے رہے ہو۔ گٹ آؤٹ۔ تم جیسے نکمے سے سپرنٹنڈنٹ فیاض لاکھ درجے زیادہ بہتر ہے" ——— سر رحمان نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی ——— بہرحال میں یہ ضرور کہوں گا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی قبر کے لئے جگہ الاٹ کر دیجئے۔ قوالی کا بندوبست میں کرا دوں گا" عمران نے کہا۔

اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ ایک لمحہ بھی اور ٹھہرا رہا تو اسے اپنی قبر کا بندوبست کرنا پڑ جائے گا۔

عمران نے آج کافی دنوں بعد کوٹھی کا چکر لگایا تھا۔ اور پھر جیسے ہی وہ والدہ کو سلام کرنے ان کے کمرے میں پہنچا۔ والدہ جو نجانے کب سے بھری بیٹھی تھیں نے اسے دیکھتے ہی جوتا اتار لیا۔ اور عمران بڑے اطمینان سے بیٹھا جوتے کھاتا رہا۔ اس کا ایمان تھا کہ والدہ کے جوتے کھانے سے اس کی ریڑھ کی ہڈی اور کھوپڑی کی بیٹری دوبارہ چارج ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے جان چھڑا کر جب وہ بھاگا تو اب یہ دہشت گرد کا چکر سامنے آ گیا تھا۔

سر رحمان کے کمرے سے نکل کر وہ سیدھا پورچ میں آیا جہاں اس کی کار موجود تھی اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتی ہوئی سر سلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ دہشت گرد کے متعلق اس خط نے اسے خاصا تشویش زدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ دہشت گرد تنظیم کے بارے میں کافی کچھ جانتا تھا اور اسے علم تھا کہ جس ملک میں یہ تنظیم پہنچ جائے پھر وہاں جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ اور اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سر رحمان اور اس کا محکمہ دہشت گرد کا کچھ بھی نہ

جگاڑ سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جلد از جلد سر سلطان سے مل کر اس کے متعلق کوئی اقدام کرنا چاہتا تھا۔



ہوٹل شہرزاد کی تیسری منزل کے ایک سجے سجائے کمرے میں اس وقت دو افراد ایک چھوٹی سی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے میز پر رکھے ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلدان کو یوں گھور رہے تھے جیسے ابھی جادو کے زور سے یہ مصنوعی پھول اصلی پھولوں میں تبدیل ہونے والے ہوں۔ ان میں سے ایک انتہائی سمارٹ نوجوان تھا جس کے چہرے پر چھائی ہوئی معصومیت سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُسے دنیا کی آلودگیوں کی ہوا تک نہ لگی ہو۔ جبکہ اس کے مقابل ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے انگ انگ میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس کا جسم دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی حسینہ عالم کا مقابلہ جیت کر آئی ہو۔ اور خوبصورت جسم پر انتہائی چست لباس نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دکھایا تھا۔ یہ دونوں غیر ملکی تھے۔

وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھے مصنوعی پھولوں کے اس گلدستے کو دیکھنے میں یوں محو تھے جیسے عبادت کر رہے ہوں۔ اور پھر چند لمحوں

بعد وہ دونوں ہی چونک پڑے کیونکہ گلدستہ کے مصنوعی پھولوں کا رنگ تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ نوجوان نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر ایک پھول کو مخصوص انداز میں باہر کی طرف کھینچا اور دوسرے لمحے گلدان میں سے ایک مدہم سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ہیلو ——— ڈی۔جی۔ ون سپیکنگ اوور" ——— آواز مدہم تھی مگر لہجہ اس قدر سرد تھا کہ سنتے ہی جسم میں سردی کی لہر دوڑنے لگ جاتی تھی۔

"یس باس ——— ڈی۔جی ہنڈرڈ اینڈ ہنڈرڈ ون اٹنڈنگ یو اوور" ——— نوجوان نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ اوور" ——— دوسری طرف سے لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

"باس ——— اس ملک میں مدافعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ انتہائی پس ماندہ اور تھرڈ کلاس لوگوں کا ملک ہے۔ اوور" ——— نوجوان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تفصیلی رپورٹ دو اوور" ——— نمبر ون نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"باس ——— ہنڈرڈ ون اور میں نے ایک ہفتہ تک یہاں کے تمام اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اور ان کا انتہائی قریب سے جائزہ لیا ہے۔ یہاں کی انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہنڈرڈ ون کے قابو میں آ گیا اور ہنڈرڈ ون کی رپورٹ ہے کہ وہ انتہائی مغرور، جاہل اور

پست ذہنیت کا آدمی ہے ۔ وہ یہاں کی انٹیلی جنس کا عملی طور پر سربراہ ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ انتہائی ناکارہ آدمی ہے ۔ اور وہ ہمارا مقابلہ ایک لمحہ بھی نہ کر سکے گا ۔ ملٹری انٹیلی جنس شہری معاملات میں قطعاً مداخلت نہیں کرتی ۔ دیگر حکام کی تمام تر کارروائیاں اپنی ہی ذات کے گرد ہی گھومتی ہیں ۔ اور وہ سب عملی طور پر ناکارہ ہیں اوور" —— نوجوان نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا ۔

"ہوں —— مگر مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس انتہائی فعال اور خطرناک ہے ۔ کیا تم نے اُسے چیک کیا ہے اوور" —— نمبرون نے پوچھا ۔

"یس سر —— میں نے اس کی کھوج بھی کی ہے ۔ یہاں کی سیکرٹ سروس کا سربراہ ایکسٹو کہلاتا ہے ۔ اور وہ آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا حتیٰ کہ یہاں کا صدر بھی اُسے نہیں جانتا ۔ اس کی چند ممبران پر مشتمل ایک ٹیم ہے ۔ مگر وہ لوگ مقامی مسائل میں دلچسپی نہیں لیتے ۔ البتہ ایک مسخرے سے شخص علی عمران کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ کبھی کبھی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے ۔ اور انتہائی خطرناک سمجھا جاتا ہے اوور" —— نوجوان نے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے —— مجھے خوشی ہے کہ تم نے واقعی محنت کی ہے ۔ اس مسخرے اور احمق شخص علی عمران کے متعلق مجھے بہت سی کہانیاں موصول ہوئی ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپریشن کے آغاز سے قبل اس کا کانٹا درمیان سے نکل جائے اوور" ——

نمبرون نے جواب دیا ۔

"بہتر باس —— جیسے آپ حکم کریں ۔ سنٹرل ڈوان نے اس کے متعلق بھی معلوم کیا ہے ۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا گہرا دوست ہے ۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے اُسے ٹریپ کیا جا سکتا ہے اوور" —— نوجوان نے اس بار پہلی دفعہ مسکراتے ہوئے اور مطمئن لہجے میں جواب دیا ۔

"اوکے —— ابھی میں کم از کم پندرہ روز تک پاکیشیا نہیں پہنچ سکتا ۔ ان پندرہ روز کے اندر اندر مجھے علی عمران کے خاتمے کی یقینی رپورٹ مل جانی چاہیئے اوور اینڈ آل" —— دوسری طرف سے کرخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف گلدان سے آواز آنی بند ہو گئی ۔ بلکہ گلدان کے مصنوعی پھول بھی رنگ بدلنے لگے اور چند لمحوں بعد وہ پہلی حالت میں آ گئے ۔

اور ان دونوں کے حلق سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گئی ۔ جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ ان کے کندھوں سے اتر گیا ہو ۔

"شکر ہے باس نے ہمارے کام کی تعریف کی ہے ناراض نہیں ہوا" غیر ملکی لڑکی نے مسکراتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا ۔

"سوزی —— اگر باس ذرا بھی ناراض ہوتا تو شاید ہم دوسرا سانس بھی نہ لے سکتے ۔ تم ابھی نئی اس تنظیم میں آئی ہو ۔ چیف باس معمولی سی کوتاہی بھی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے" —— نوجوان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا ۔

"مجھے معلوم ہے مارٹن —— بہرحال شکر ہے خطرہ ٹل گیا اب ہمارے پاس پندرہ روز ہیں اور ہم اطمینان سے کام کر سکتے ہیں" سوزی نے کرسی سے اٹھ کر ایک بھرپور اور توبہ شکن انگڑائی لیتے

ہوئے کہا۔

"ابھی کہاں خطرہ ٹلا ہے۔ جب تک عمران کا خاتمہ نہ ہو جائے میں نے باس کو اس کے متعلق پوری تفصیلات نہیں بتائیں۔ ورنہ میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ اس شخص سے ٹکرا کر بڑی بڑی تنظیمیں تباہ ہو چکی ہیں" ــــ مارٹن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے چھوڑو مارٹن ــ اُسے تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میرے سامنے بڑے بڑے خطرناک لوگ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ اس احمق کی بھلا کیا اوقات ہے" ــــ سوزی نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم بھی اپنے جوہر آزما لو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے اس شخص کو ٹریپ کرواؤ۔ سائنائیڈ کی سوئی سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس کا خاتمہ کر دو۔ میں ایک ہفتہ بعد واپس آؤں گا۔ مجھے کامیابی کی رپورٹ ملنی چاہیئے" ــــ مارٹن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک ہفتہ بعد ــــ مگر تم ایک ہفتہ کہاں گزارو گے" ــــ سوزی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ڈیئر ــــ ہم یہاں تفریح کرنے نہیں آئے۔ ہمارا مشن بے حد اہم ہے۔ چیف باس جب یہاں آئے تو اُسے یہاں کی مکمل معلومات ملنی چاہیئے۔ یہی ایک صورت ہے ہمارے بچاؤ کی۔ میں اس ایک ہفتے میں یہاں کی اٹیمک لیبارٹری کی تفصیلات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی ہمارے مشن کا ہی ایک حصہ ہے" ــــ مارٹن نے

جواب دیا۔

"ایٹمک لیبارٹری ــــ مگر تم اُسے کیسے تلاش کرو گے۔ ایسی لیبارٹریاں تو انتہائی خفیہ رکھی جاتی ہیں" ــــ سوزی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تلاش کرنے والے ہر چیز کو تلاش کر لیتے ہیں۔ میں نے اس لیبارٹری میں کام کرنے والی ایک لڑکی کو ٹریس کر لیا ہے۔ میں ایک ہفتہ اس کے فلیٹ میں گزاروں گا۔ وہ انتہائی جنس زدہ لڑکی ہے اور تم جانتی ہو کہ جنس زدہ لڑکیاں ہر چیز پر پروانوں کی طرح نچھاور ہوتی ہیں" ــ مارٹن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں یہ تو درست ہے مارٹن ــــ تم ایک مکمل مرد ہو۔ ایک ایسے مرد کو پا لینے کے بعد عورت کسی اور مرد کا تصور تک بھول جاتی ہے مگر میرے لئے تمہارے بغیر ایک ہفتہ گزارنا بہت مشکل ہے" ــ سوزی نے جواب دیا۔

"مجبوری ہے ڈیئر ــــ ورنہ تمہیں چھوڑنے کو دل تو نہیں چاہتا۔ بہرحال ایک ہفتہ بعد ہم دونوں کامیابی کا مزید جشن منائیں گے" ــ مارٹن نے جواب دیا اور پھر وہ ہاتھ ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جب کہ سوزی خاموش کھڑی اُسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں حسرت تھی۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مارٹن کے بغیر کسی لق و دق صحرا میں اکیلی رہ گئی ہو۔

مارٹن کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تو سوزی نے ایک

طویل سانس لی اور پھر وہ کندھے اچکاتی ہوئی میز پر پڑے ٹیلی فون کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے رسیور اٹھایا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض سپیکنگ" ——— رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سوپر فیاض کی تحکمانہ آواز سنائی دی۔

"ڈیئر فیاض ——— میں سوزی بول رہی ہوں" ——— سوزی نے اپنے لہجے میں بے پناہ شہد بھرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوزی ڈیئر زہے نصیب کہ تم نے ہمیں یاد تو کیا" ——— سوپر فیاض کا لہجہ فوراً ہی رومانی ہو گیا۔

"تم بہت ظالم ہو سوپر ——— میں نے ملک ملک کی سیر کی ہے۔ ہزاروں مرد دیکھے ہیں مگر تم نجانے کیا چیز ہو کہ تمہیں بھلانے کی کوشش کرتی ہوں تو ناکام رہتی ہوں" ——— سوزی نے بڑے میٹھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ڈیئر ——— یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتی ہو۔ ورنہ یقین کرو تم جیسی خوب صورت اور سمارٹ لڑکی تو بس میرے تصور میں ہی تھی" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اپنی تعریف سن کر ریشہ خطمی ہونے میں دیر نہ لگائی۔

"تو پھر آجاؤ ——— میں یہاں اکیلی ہوں اور سخت بور ہو رہی ہوں" سوزی نے کہا۔

"کہاں سے فون کر رہی ہو" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے پوچھا۔

"ارے تمہیں بھول گیا میرا پتہ ——— ہوٹل شہرزاد ——— کمرہ

نمبر ایک سو بارہ" ——— سوزی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا ——— ابھی دس منٹ میں حاضر ہوا" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بے چین لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو ڈیئر ——— میں تمہیں رات کو واپس نہ جانے دوں گی۔ بس آجاؤ جلدی ——— میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں" ——— سوزی نے کہا اور منہ سے رسیور چومنے کی آواز نکال کر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ چند ہی لمحوں میں سپرنٹنڈنٹ فیاض سر کے بل دوڑتا ہوا آئے گا۔ اس کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

عمران نے کار سیدھی سر سلطان کی کوٹھی کے پورچ میں جا کر روکی اور کار سے اتر کر وہ سر سلطان کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈرائنگ روم کے ایک حصے کو سر سلطان نے پرائیویٹ آفس کا روپ دے رکھا تھا۔ انہوں نے اس کمرے میں ایسا سسٹم رکھا ہوا تھا کہ جب چاہتے ایک بٹن دبا کر اس حصے کو ڈرائنگ روم سے بالکل علیحدہ کر لیتے اور جب چاہتے اُسے ڈرائنگ روم کا حصہ بنا لیتے تھے۔ ڈرائنگ روم اور ان کے دفتر کے درمیان ایک سلائیڈنگ دیوار تھی۔ جس کے ذریعے وہ اُسے علیحدہ کر لیتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی مہمان آ جائے تو وہ دفتر میں کام کرتے ہوئے ڈسٹرب نہ ہوں۔

ڈرائنگ روم کے دروازے پر ایک باوردی ملازم بڑے چوکنے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاصے سڈول جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم کی بناوٹ بتاتی تھی کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں ماہر رہا ہو گا۔ یہ ملازم نیا تھا کیونکہ عمران نے اس سے پہلے اُسے نہ دیکھا تھا۔

عمران جیسے ہی دروازے کے قریب پہنچا۔ اس ملازم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا راستہ روک لیا۔

"فرمائیے" ــــ ملازم کا لہجہ مؤدبانہ ہونے کے ساتھ ساتھ خاصا سخت تھا۔

"بغیر سازوں کے تو میں نے آج تک کچھ نہیں فرمایا۔ اگر فرمائش سننے کا موڈ ہے تو پھر بھاگ کر آرکسٹرا کا بندوبست کرو۔ یقین کرو بڑے بڑے قوالوں کو بھول جاؤ گے" ــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کو کس سے ملنا ہے" ــــ ملازم نے اس بار قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھو بھئی اللہ دتا ......" ــــ عمران نے کہنا شروع کیا۔

"میرا نام اللہ دتا نہیں یوسف ہے" ــــ ملازم نے فوراً ہی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یوسف ــــ اچھا واقعی ــــ کمال ہے ــــ یوسف ــــ بھئی بہت خوب ــــ بڑی حسرت تھی یوسف ثانی سے ملنے کی۔ مگر کیا سر سلطان نے اب سوت کا کاروبار شروع کر دیا ہے" ــــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"سوت کا کاروبار ــــ آخر آپ کا مطلب کیا ہے۔ کون ہیں آپ" ــــ ملازم نے شاید اسے واقعی پاگل تسلیم کر لیا تھا۔

"بھئی ایک بڑھیا نے حضرت یوسف کو سوت کی انٹی کے بدلے

خریدا تھا۔ اور ظاہر ہے یوسف ثانی بھی سوٹ کی اٹی کے بدلے ہی خریدا گیا ہوگا۔ اور تمہاری یہاں موجودگی بتا رہی ہے کہ اب سر سلطان نے بھی سوٹ کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔ باقی رہا میرا تعارف تو بھئی میں ایک غریب آدمی ہوں۔ سنا ہے تمہارا صاحب بہت بڑا افسر ہے۔ مجھے نوکری دلا سکتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

اور عمران کے اس تعارف کے ساتھ ہی ملازم کے چہرہ یک بیک پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔

"اچھا۔۔۔۔ تو تم ملازمت کے لئے آئے ہو اور غریب آدمی ہو۔ چلو دفع ہو جاؤ۔ یہاں سے صاحب کسی سے گھر پر نہیں ملتا۔ کہیں اور جا کر قسمت آزمائی کرو"۔۔۔۔ ملازم کا لہجہ یکدم بے پناہ سخت ہو گیا۔ ظاہر ہے اس سے قبل اُسے شک تھا کہ آنے والا صاحب کا کوئی خاص آدمی نہ ہو مگر ملازمت ڈھونڈنے والی بات سے وہ سمجھ گیا کہ آنے والا بس ویسے ہی آ گیا ہے۔

"یار خدا کی قسم۔۔۔۔ صاحب سے میری سفارش کر دو اگر مجھے نوکری مل گئی تو تمہارا احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے کہہ دیا ہے کہ چلے جاؤ ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔ جاؤ دفتر روزگار سے نوکری کا پتہ کرو یہاں نوکریاں نہیں ملتیں"۔ ملازم نے اور زیادہ اکڑتے ہوئے کہا۔

"بھئی کہہ تو رہا ہوں بڑا غریب آدمی ہوں۔ کار میں پٹرول ڈلوانے کے پیسے نہیں ہیں۔ سالا پٹرول بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ نوکری مل

جائے تو کم از کم پٹرول ڈلوانے کے پیسے تو مل ہی جائیں گے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ اور اُسی لمحے ملازم کو عمران کی کار کا خیال آ گیا۔ کیونکہ اس نے اُسے کار سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ مگر اُسے خیال نہیں رہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔ تم غریب آدمی ہو اور تمہارے پاس کار ہے"۔۔۔۔ ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو اس میں حیرانی کی کون سی بات ہے۔ کار ہوتی ہی غریبوں کے پاس ہے۔ اب بھلا بتاؤ تمہارے پاس کار ہے"۔۔۔۔ عمران نے لاپرواہ سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں"۔۔۔۔ ملازم نے جواب دیا۔

"بس اسی بات سے سمجھ لو کہ میں کتنا غریب ہوں۔ ارے ہاں سنو صاحب دفتر میں ہیں یا باورچی خانے میں بیٹھے پکوڑے تل رہے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

اور ملازم اُسے یوں حیرت سے دیکھنے لگا جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر یہ شخص ہے کون۔ اتنی جدید کار سے اترا ہے اور بات نوکری کی کر رہا ہے۔

"تم پاگل تو نہیں ہو"۔۔۔۔ چند لمحوں کے بعد ملازم نے کہا۔

"اس ملک میں ہر غریب آدمی کو پاگل ہی کہا جاتا ہے۔ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ بہرحال صاحب کو اطلاع دو کہ میں ان کے لئے خالص بیسن لایا ہوں۔ بڑے دنوں سے انہوں نے فرمائش کر رکھی ہے اور خالص بیسن پورے شہر میں ملتا ہی نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر

لایا ہوں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خالص بیسن تو ——— ملازم اب واقعی بوکھلا چکا تھا۔

"ہاں بھئی تمہارا صاحب پکوڑے کھانے کا بہت شوقین ہے۔ اور ظاہر ہے اچھے پکوڑے خالص بیسن سے ہی بنتے ہیں اور خالص چیزیں تو آج کل نایاب ہی ہیں۔ تین سو روپے کا پٹرول جلایا ہے تب جا کر ایک پاؤ خالص بیسن ملا ہے۔ کیا سمجھے۔ جلدی جاؤ اور صاحب کو کہو۔ وہ خالص بیسن کے پکوڑے تلنے کے لئے تیار ہو جائیں" ——— عمران نے بڑے اطمینان سے ملازم کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ گو اس نے اپنے طور پر اس کے کندھے پر تھپکی سی دی تھی۔ مگر تھپکی میں کتنی قوت تھی کہ وہ جسیم ملازم اچھل کر دروازے سے جا ٹکرایا اور دروازہ چونکہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے ظاہر ہے دروازے سے ٹکرا کر اسے اندر ہی جا گرنا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ ملازم اٹھتا، عمران اسے بڑے اطمینان سے پھلانگتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ جس کے کونے میں بنے ہوئے دفتر میں سر سلطان ایک میز کے پیچھے موجود تھے۔ اور ظاہر ہے ملازم کے گرنے کے دھماکے کی وجہ سے وہ چونک کر دروازے کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ اور جب ان کی نظریں اندر آتے ہوئے عمران پر پڑیں تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

ملازم نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا اور عمران کی طرف لپکا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جناب یہ شخص .... ——— ملازم نے عمران کی طرف

جھپٹتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب یوسف تم جاؤ" ——— سر سلطان نے تحکمانہ لہجے میں یوسف سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور یوسف جو آگے بڑھتے ہوئے عمران کے قریب پہنچ چکا تھا ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"یار رک کیوں گئے ——— جاؤ بھاگ کر ایک پاؤ خالص بیسن ڈھونڈ لاؤ۔ شاباش جلدی کرو" ——— عمران نے مڑ کر کہا اور پھر واپس سر سلطان کی طرف مڑنے لگا۔

ملازم حیرت زدہ انداز میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

"میں نے کہا یوسف باہر جاؤ ——— سنا نہیں تم نے" ——— سر سلطان نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا اور یوسف سر جھٹک کر واپس مڑ گیا۔

"آؤ عمران کیسے آنا ہوا" ——— سر سلطان نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ——— کل آپ نے خالص بیسن کے پکوڑے کھلانے کی دعوت دی تھی اور آج پوچھ رہے ہیں کیسے آنا ہوا" ——— عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو میں بہت مصروف ہوں" ——— سر سلطان نے زبردستی اپنے آپ پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا جناب ——— ناراض نہ ہوں۔ آپ کی مرضی نہ کھلائیں پکوڑے۔ ہمارا کوئی زور چلتا ہے آپ پر" ——— عمران نے برا سا منہ بناتے

ہوئے کہا۔

اور سر سلطان اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیئے۔

"مگر یہ تمہیں پکوڑے کھانے کا شوق کب سے ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ سر سلطان بھی شاید موڈ میں آ گئے تھے۔

"جب سے میں نے سنا ہے کہ عورتیں بہت اچھے پکوڑے بناتی ہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے میں ابھی سر رحمان سے بات کرتا ہوں وہ بیچارے تو کب سے اس توقع کی آس لگائے بیٹھے ہیں"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ۔۔۔۔۔ خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔ ڈیڈی تو مار مار کر میرا ہی پکوڑا بنا دیں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر سنجیدگی سے بات کرو"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اچھا سنجیدگی سے ہی بات سہی یہ بتایئے کہ آپ نے سیکرٹری وزارت دفاع سے کب استعفیٰ دیا ہے"۔۔۔۔۔ اس بار عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"استعفیٰ میں نے ۔۔۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔۔۔ میں سمجھا نہیں"۔۔۔۔۔ سر سلطان واقعی بوکھلا گئے تھے۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ جہاں میں نے سنجیدگی سے بات کی اور مقابل

پر مطلب پوچھنے کا دورہ پڑا۔ بتایئے۔ استعفیٰ کا مطلب بتاؤں۔ یا سیکرٹری وزارت دفاع کا"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر میں نے تو استعفیٰ نہیں دیا۔ یہ تم پر اچانک کیا دورہ پڑ گیا"۔۔۔۔۔ سر سلطان بھی اب سنجیدہ ہو گئے تھے۔

"اگر آپ نے استعفیٰ نہیں دیا تو صدر مملکت نے دہشت گرد کے اس ملک میں آنے کی اطلاع آپ کی بجائے سر رحمان کو کیوں بھجوا دی"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ تو تم اس بارے میں کہہ رہے تھے۔ دراصل جب یہ اطلاع ملی تو سر رحمان اور میں صدر مملکت کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے ہم سے ذکر کیا تو سر رحمان نے خود ہی آفر کر دی کہ یہ کیس انہیں دے دیا جائے وہ خود ان سے نپٹ لیں گے۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس لئے صدر مملکت نے کیس ان کے سپرد کر دیا"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اور آپ ان کے ذمے کیس لگا کر یہاں بیٹھے میری کی غیر بجا رہے ہیں"۔۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے پناہ تلخی تھی۔

"ارے بھئی اس میں ناراض ہونے والی کون سی بات ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا گروہ ہو گا اور انٹیلی جنس اس سے خود ہی نمٹ لے گی۔ اس محکمے کو بھی تو کام کرنا چاہئے"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ پھر ایسا ہی سہی جب اس ملک میں بھونچال آئے گا۔ دہشت گردی کا خوفناک طوفان تو پھر مجھے نہ کہیئے گا کہ بیٹے عمران کچھ کرو ملک کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت بیٹا عمران کچھ نہ کر سکے گا"۔

عمران نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو تمہارا مطلب ہے یہ دہشت گرد کوئی خوفناک تنظیم ہے"۔۔۔ سرسلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ٹھہریئے میں ابھی بتاتا ہوں"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص آواز میں جواب دیا۔

"عمران بول رہا ہوں طاہر"۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر فرمایئے"۔۔۔ بلیک زیرو اس بار اصل آواز میں بولا تھا اور ظاہر ہے لہجہ مؤدبانہ ہی تھا۔

"طاہر ۔۔۔ لائبریری سے دہشت گرد کی فائل نکال کر لاؤ اور اس کی تفصیلات ٹیلی فون پر سرسلطان کو پڑھ کر سناؤ"۔ عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کیا سرسلطان اسی لائن پر موجود ہیں"۔۔۔ بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"لائن پر نہیں۔ بلکہ نقطے پر بیٹھے ہوئے ہیں تم فائل لاؤ"۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"بہتر سر ۔۔۔ صرف چند لمحے ہولڈ کیجئے"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"جس طرح تم سنجیدہ نظر آرہے ہو۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ

دہشت گرد کوئی خوف ناک تنظیم ہے"۔۔۔ سرسلطان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ خوف ناک کہہ رہے ہیں جناب ۔۔۔ خوف ناک ترین کہیئے۔ یہ ایک ایسی تنظیم ہے کہ جس ملک کا رخ کرے وہاں کچھ باقی نہیں رہتا"۔ عمران نے جواب دیا۔

"ہیلو سر"۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ہاں لے آئے ہو فائل"۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"یس سر ۔۔۔ اس میں صرف ایک کاغذ ہے۔ جس میں کچھ تفصیلات موجود ہیں"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہی کاغذ پڑھ کر سناؤ"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر رسیور سرسلطان کی طرف بڑھا دیا۔ سرسلطان نے بڑے ڈھیلے انداز میں رسیور پکڑا اور اسے کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے انہیں شاید دہشت گرد تنظیم کی تفصیلات سنانی شروع کر دیں۔ کیونکہ سرسلطان کے چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا تھا۔ حیرت کی وجہ سے ان کی ادھ کھلی آنکھیں تیزی سے کھلتی چلی جا رہی تھیں۔ اور پھر تقریباً دس منٹ بعد جب انہوں نے شکریہ کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھا تو حیرت کی زیادتی سے ان کا چہرہ پتھر بن چکا تھا۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔ اس قدر خوف ناک تنظیم"۔۔۔ سرسلطان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور ڈیڈی کی بھیجی کردہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی قیادت میں ایک

ٹیم اس تنظیم کی سرکوبی کے لئے بھیج رہے ہیں جیسے یہ تنظیم آلو چھولے بیچتی ہے۔ اور سوپر فیاض وردی کا رعب ڈال کر ان کے آلو چھولے بکوانے بند کر دے گا" ——— عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بھئی عمران ——— حقیقت ہے مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا ورنہ میں کبھی یہ کیس سر رحمان کے محکمے کو ٹرانسفر نہ ہونے دیتا۔ بہر حال میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں" ——— سر سلطان نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"رہنے دیجئے ——— اب اگر یہ کیس ان سے لیا گیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میری وجہ سے ایسا ہوا ہے" ——— عمران نے انہیں منع کرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس قدر خوفناک تنظیم انٹیلی جنس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور اگر یہ تنظیم پاکیشیا پہنچ گئی تو پھر کیا ہوگا" ——— سر سلطان نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں میں جلد ہی ٹیم لے کر ولیسٹ ہارف روانہ ہو جاتا ہوں۔ آج کل سنا ہے یہ تنظیم وہاں سرگرم ہے۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ اسے پاکیشیا پہنچنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں۔ آپ ایسا کریں کہ ٹیم کی خفیہ روانگی کا بندوبست کر دیں" ——— عمران نے کہا۔

"خفیہ روانگی کی کیا ضرورت ہے۔ ولیسٹ ہارف سے ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ تم سرکاری طور پر بھی وہاں جا سکتے ہو" ——— سر سلطان نے کہا۔

"نہیں ——— ہو سکتا ہے وہاں کے اعلیٰ حکام اس تنظیم کے ہاتھوں

بک چکے ہوں۔ اس لئے میں خفیہ طور پر کام کرنا چاہتا ہوں آپ ایک خوبی طیارے کا بندوبست کریں جو ہمیں ولیسٹ ہارف کی سرحد تک چھوڑ دے۔ اس کے بعد آگے میں خود ہی بندوبست کر لوں گا" ——— عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— انتظام ہو جائے گا۔ مگر وہاں پہنچ کر مجھ سے رابطہ رکھنا تاکہ مجھے حالات کا علم ہوتا رہے" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"کوشش کروں گا وعدہ نہیں کر سکتا۔ او کے۔ بائی۔ بائی" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اور پھر اس کی کار سر سلطان کی کوٹھی سے نکل کر خاصی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ وہ دانش منزل پہنچ کر جلد از جلد روانگی کے انتظامات مکمل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ دہشت گرد کے اس ملک سے نکلنے سے پہلے ہی اُسے چھاپ لے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض ابھی ابھی دفتر سے گھر پہنچا تھا۔ اور ابھی کھانا کھا کر لیٹا ہی تھا کہ سوزی کا ٹیلی فون آ گیا۔ اور اس کی نظروں میں سوزی کا سراپا گھومنے لگا۔ اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ اس کی بیوی اور بچے ایک ماہ کے لئے اس کے آبائی گاؤں گئے ہوئے تھے۔ اس لئے فی الحال جیسے راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض کی آنکھوں میں سوزی کے ساتھ رات گزارنے کا پروگرام سنتے ہی بجلیاں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ رسیور رکھ کر تیزی سے غسل خانے میں گھسا اور پھر جب تقریباً آدھے گھنٹے بعد باہر نکلا تو اس کے جسم پر نیا سلا ہوا خوبصورت سوٹ موجود تھا۔ اور اس نے یوڈی کلون کی پوری شیشی سوٹ پر انڈیل لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر طرف یوڈی کلون کی بھینی بھینی خوشبو پھیل گئی تھی۔ اس نے ڈرائینگ گلاس میں اپنا جائزہ لیا اور پھر کار کی چابیاں میز پر سے اٹھا کر وہ دروازے کی طرف لپکا۔ مگر ابھی وہ دروازے تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس

کے قدم روک لئے۔ وہ تیزی سے پلٹا۔ اسے یقین تھا کہ فون سوزی کا ہوگا۔ جو اس کے انتظار میں بیٹھی بور ہو رہی ہوگی۔

"ہیلو" ـــ سوپر فیاض نے رسیور اٹھا کر بڑے رومانٹک موڈ میں اپنا لہجہ کھینچتے ہوئے کہا۔

"فیاض ـــ میں رحمان بول رہا ہوں۔ فوراً کوٹھی پہنچو" ـــ دوسری طرف سے سر رحمان کی جلالی آواز سنائی دی اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے فضا میں الٹا لٹکا دیا گیا ہو۔ سارے رومانی موڈ کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔

"ج ـــ جی ـــ اس وقت" ـــ سوپر فیاض نے حیرت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم وقت پوچھنے کے قابل بھی ہو گئے ہو۔ فیاض" ـــ سر رحمان نے چنگھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"جی ـــ جی ـــ فوراً ـــ میں ابھی سر پہنچ رہا ہوں سر" ـــ فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا اور فیاض نے یوں رسیور کریڈل پر پٹخا جیسے سارا قصور اسی رسیور کا ہو۔

وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اس نے جلدی سے رسیور اٹھایا اور ہوٹل شہرزاد کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہوٹل شہرزاد" ـــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"روم نمبر ایک سو بارہ سے ملواؤ جلدی" ـــ سوپر فیاض نے غصیلے انداز میں کہا۔

"اوکے سر ہولڈ آن" ۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور چند لمحوں بعد سوزی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"کون بول رہا ہے" ۔۔۔ سوزی نے پوچھا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں ڈیئر" ۔۔۔ سوپر فیاض نے لہجے کو جبراً نرم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے ڈیئر ۔۔۔ بہت دیر لگا دی میرا تو ایک ایک لمحہ مشکل سے کٹ رہا ہے" ۔۔۔ سوزی کا لہجہ یکدم بے حد رومانی ہو گیا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔ مگر ابھی ابھی ڈائریکٹر جنرل کا فون آ گیا ہے۔ مجھے ان کے پاس جانا ہو گا۔ وہاں نجانے کتنی وقت لگ جائے بہرحال میں کوشش کروں گا کہ وہاں سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں تم میرا انتظار کرنا" ۔۔۔ سوپر فیاض نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کل تک ڈائریکٹر جنرل کو ٹال دو" ۔۔۔ سوزی نے جواب دیا۔

"ارے نہیں ڈیئر ۔۔۔ مسئلہ نوکری کا ہے۔ اس لئے مجبوری ہے۔ بہرحال میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کروں گا" ۔۔۔ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ میں انتظار کروں گی" ۔۔۔ سوزی نے دوسری طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا

"شکریہ ڈیئر ۔۔۔ بائی بائی" ۔۔۔ فیاض نے مسکراتے ہوئے

۔۔ رسیور رکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیز رفتاری سے سر رحمان کی کوٹھی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

سر رحمان توقع کے مطابق اپنے دفتر میں موجود تھے۔

"آؤ بیٹھو" ۔۔۔ سر رحمان نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"جی" ۔۔۔ فیاض نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم کہیں جا رہے تھے" ۔۔۔ سر رحمان نے خلاف توقع نرم لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں جناب ۔۔۔ ایک دوست نے دعوت کی تھی" ۔۔۔ فیاض نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"سنو فیاض ۔۔۔ میں نے تمہاری کارکردگی چیک کرنے کے لئے ایک کیس لیا ہے۔ اگر تم اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا عہدہ بڑھا دیا جائے گا۔ اور تم اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلی جنس بن جاؤ گے۔ اور ناکامی کی صورت میں ۔۔۔۔۔۔" ۔۔۔ سر رحمان بات کرتے کرتے خاموش ہو گئے۔

"میں سمجھتا ہوں سر ۔۔۔ ناکامی آپ برداشت نہیں اور کسی غیر ملک
فیاض نے لقمہ دیتے ہوئے کہا۔ ایک اس کے ذہن
صرف یہی نہیں بلکہ اس بار تمہاری زندگی کی ناکامی برداشت تیار کر لیا جائے
کا مطلب موت ہو گا یہ ایک یقینی بات ہے۔ سر رحمان

دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سردی کی لہریں دوڑنے لگ گئی ہوں۔

"م۔ میں سمجھا نہیں جناب!" ——— فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سنو فیاض ——— ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم دہشت گرد اس وقت ملک ویسٹ ہارٹ میں کام کر رہی ہے اور ہمیں خفیہ طور پر اطلاع ملی ہے کہ یہ تنظیم اب پاکیشیا میں کسی بڑے مشن پر آنے والی ہے۔ میں نے اس کا کیس صدر مملکت سے کہہ کر خود لے لیا ہے" ——— سر رحمان نے تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"م ——— مگر جناب یہ کیس تو سیکرٹ سروس کا بنتا ہے" ———
فیاض نے جیسے مانگنے والے انداز میں کہا۔

"شٹ اپ ——— بزدلوں جیسی باتیں مت کرو" سر رحمان نے انتہائی غصیلے انداز میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"یس ——— بہتر جناب" ——— فیاض نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کے سوا اور وہ کچھ بھی کیا سکتا تھا۔

"سنو ——— میں نے پروگرام بنایا ہے کہ اس تنظیم کا خاتمہ ویسٹ ہارٹ میں ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ تم کل ویسٹ ہارٹ جانے کی تیاری نے جواب دیا۔ بہترین ٹیم منتخب کر لی ہے۔ تم اس ٹیم کے انچارج ہو "او۔ کے" ان نے پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔

طرف سے جواب ——— سوپر فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اس کی بات سن کر اس میں سوپر فیاض کا سر ایک دم گھوم گیا۔

لئے تم اس وقت جاؤ گے جب وہ تنظیم یہاں پہنچ جانے کی۔ کل ——— مرے تیاریاں مکمل ہو جائیں گی۔ تم کل ملٹری ایئرپورٹ پر شام چھ بجے پہنچ جانا" ——— سر رحمان نے کہا۔

"مگر جناب وہاں کے متعلق جب تک ہمیں پوری معلومات حاصل نہ ہوں ہم وہاں اس تنظیم کو کیسے تلاش کریں گے" ——— فیاض نے پوچھا۔

"تم نے سوال تو اچھا کیا ہے۔ مگر کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو کہ میں تمہیں وہاں تفریح کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں خود وہاں جاؤں گا مگر تم سے الگ۔ وہ کہ وہاں کی انٹیلی جنس سے ہمیں بنیادی معلومات مل جائیں گی۔ میں نے وہ انتظام کر لیا ہے۔ بس تم جانے کی تیاری کرو" ——— سر رحمان شاید تمام پروگرام پہلے سے ہی سیٹ کئے بیٹھے تھے۔

"بہتر جناب ——— میں کل چھ بجے پہنچ جاؤں گا" ——— فیاض نے بردستی اپنے لہجے میں جوش پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— اب تم جا سکتے ہو" ——— سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض سلام کر کے بڑے ڈھیلے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

اُسے پردیس میں اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی۔ سمگلروں اور پیشہ ور بدمعاشوں سے اپنے ملک میں "ٹکرانا" اور بات تھی اور کسی غیر ملک میں ایک خوفناک تنظیم سے ٹکرانا اور بات تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ اگر کسی طرح عمران کو وہاں چلنے کے لئے تیار کر لیا جائے تو پھر شاید کچھ ہو جائے۔

چنانچہ اس نے کوٹھی سے نکل کر کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ مگر جلد ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ اس نے سوچا کہ ایک رات درمیان میں موجود ہے۔ کیوں نہ اس رات کو سوزی کے ساتھ مل کر پوری طرح رنگین بنایا جائے۔ پھر شاید ایسا موقع ملے یا نہیں اور عمران کے پاس تو صبح کو بھی جایا جا سکتا تھا۔

یہی سوچ کر اس نے کار کا رخ موڑا اور ہوٹل شہرزاد کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سوزی کے کمرے میں موجود تھا۔ پہلے تو سوزی نے اس کے دیر سے آنے کا شکوہ کیا مگر فیاض نے سرکاری مصروفیت کا بہانہ بنا کر جان چھڑا لی۔

"کیا ہو گئے ڈیر" ——— سوزی نے بڑے اٹھلاتے ہوئے انداز میں الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"جو مرضی میں آئے پلا دو ——— بس میرے پاس صرف آج کی رات ہے" ——— فیاض نے ڈھیلے سے انداز میں جواب دیا۔

"صرف آج کی رات کیا مطلب" ——— سوزی چونک پڑی۔

"ہاں ڈیر ——— کل میں ایک سرکاری کام سے ویسٹ ہارف جا رہا ہوں۔ نجانے وہاں سے زندہ واپسی ہوتی ہے یا نہیں" ——— فیاض نے جواب دیا۔

سوزی نے الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکال کر میز پر رکھے اور پھر فریج سے برف کے ٹکڑوں کی ٹرے نکال لائی۔

"کیا بات ہے ڈیر ——— تم کچھ پریشان سے لگتے ہو" ——— سوزی

نے شراب گلاسوں میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"بس اچانک ہی ایک مصیبت آن پڑی ہے" ——— فیاض نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیسی مصیبت ——— مجھے نہیں بتاؤ گے۔ ہو سکتا ہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔ ویسٹ ہارف میرا آبائی وطن ہے" ——— سوزی نے گلاس اٹھا کر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں سوزی تم اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتیں۔ یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے" ——— فیاض نے شراب کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی مجھے پتہ تو چلے" ——— سوزی نے کہا۔

"کیا بتاؤں مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم کی سرکوبی کرنی ہے۔ اب ظاہر ہے تم اس معاملے میں کیا مدد کر سکتی ہو" ——— فیاض نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

ویسے وہ یہ باتیں جان بوجھ کر رہا تھا تاکہ سوزی پر رعب پڑ سکے۔

"مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم اور ویسٹ ہارف میں" ——— سوزی نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— کوئی دہشت گرد نامی تنظیم ہے جو وہاں کام کر رہی ہے۔ ہمیں خفیہ ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں آنے والی ہے۔ چنانچہ ہمارا باس انہیں یہاں آنے سے پہلے وہیں ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے کل روانہ ہونا ہے۔ میں ٹیم کا سربراہ ہوں گا" ——— سوپر فیاض نے دوسری بار گلاس بھرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وہاں نہ جاؤ" ـــــ سوزی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر ـــــ یہ ضروری ہے۔ اور پھر جب تک میں نہ جاؤں اس تنظیم کا خاتمہ کیسے ہو سکے گا" ـــــ سوپر فیاض نے اور زیادہ اکڑتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کون سے جہاز سے جاؤ گے میں تمہیں ایئرپورٹ پر چھوڑنے آؤں گی" ـــــ سوزی نے کہا۔

"ارے پگلی ـــــ ہم خفیہ مشن پر جا رہے ہیں۔ کوئی تفریح کرنے تو نہیں جا رہے۔ ہمارا خصوصی طیارہ کل شام چھ بجے ملٹری ایئرپورٹ سے چلے گا" ـــــ سوپر فیاض نے سوزی کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈیئر ـــــ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ نجانے وہ مجرم کتنے خطرناک ہوں ایسا نہ ہو کہ تمہیں کچھ ہو جائے" ـــــ سوزی نے کہا۔

"تم خطرناک کہہ رہی ہو۔ یہ تنظیم دنیا کی خوفناک ترین تنظیم ہے۔ مگر تم فکر نہ کرو میں اپنے ساتھ اس سے بھی زیادہ خطرناک آدمی کو لے جاؤں گا اور پھر یہ تنظیم کسی مچھر کی طرح مسلی جائے گی" ـــــ سوپر فیاض کو اب نشہ چڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے اب بناوٹ اور تصنع کا ملمع آہستہ آہستہ اترتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تمہیں نشہ تو نہیں ہو رہا ڈیئر ـــــ بھلا تنظیم سے زیادہ خطرناک کون شخص ہو سکتا ہے" ـــــ سوزی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نشہ تو مجھے کبھی بھی نہیں ہوا۔ چاہے تم پورا کریٹ پلوا دو۔ البتہ وہ

شخص ہے ہی ایسا۔ دیکھنے میں انتہائی معصوم۔ بات کرو تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں اس سے بڑا احمق پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر جب اس کی حرکتوں کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو بڑی بڑی تنظیمیں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھتی ہیں" ـــــ سوپر فیاض اب پوری طرح ترنگ میں آ چکا تھا۔

"اوہو ـــــ کون ہے ایسا شخص" ـــــ سوزی نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"اس کا نام علی عمران ہے" ـــــ سوپر فیاض اب پوری طرح نشے کلاس کو اندر انڈیلنے میں مصروف تھا۔

"مگر ہو سکتا ہے وہ تمہارے ساتھ نہ جائے۔ جان بوجھ کر بھلا کون موت کے منہ میں جاتا ہے" ـــــ سوزی نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر ـــــ میں اُسے ضرور لے جاؤں گا۔ چاہے مجھے اس کے سامنے ہاتھ بھی کیوں نہ جوڑنے پڑیں" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ٹھہرو ـــــ میں ایک نئی بوتل لے آؤں وہ اس سے زیادہ پرانی ہے۔ خصوصی تحفہ ہے" ـــــ سوزی نے کہا اور پھر وہ الماری کی طرف مڑ گئی۔ اس نے الماری سے شراب کی ایک بوتل نکالی بڑی پھرتی سے اس کا ڈھکن ہٹایا اور پھر الماری کے ایک خانے سے اس نے سفید رنگ کی دو چھوٹی چھوٹی گولیاں نکال کر بوتل میں ڈال دیں چونکہ اس کی پشت فیاض کی طرف تھی اور ویسے بھی فیاض شراب میں مست تھا اس لئے ظاہر ہے اُسے سوزی کی اس حرکت کا کیسے علم ہو

سکتا تھا۔

"اوہ یو ڈیئر ——— تم بھی کیا یاد کرو گے" ——— سوزی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اسی بوتل سے اس کا گلاس بھر دیا۔

"ڈیئر ——— بس شراب ہی پلاتی رہو گی" ——— فیاض نے گلاس میں سے بڑا سا گھونٹ پیتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تم ہو تو سہی ——— ابھی تو ساری رات پڑی ہے۔ بے صبری اچھی نہیں ہوتی" ——— سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فیاض نے گلاس میں باقی ماندہ شراب ایک جھٹکے سے حلق میں انڈیل لی۔

"اور دو ڈیئر ——— یہ تو بہت اچھی ہے" ——— فیاض کا لہجہ اب زیادہ لڑکھڑانے لگ گیا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی بوتل اٹھا کر گلاس بھرتی۔ فیاض کے ہاتھ سے گلاس پھسلتا چلا گیا اور وہ ایک جھٹکے سے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

سوزی نے گلاس فرش سے اٹھا کر میز پر رکھا اور اُسے صوفے پر سیدھا کر کے لٹا دیا۔ اس نے کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کی نبض چیک کی دل کی دھڑکن کو نوٹ کیا اور پھر آنکھوں کے پپوٹے کھول کر غور سے دیکھا۔ جب اُسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ فیاض طویل عرصے کیلئے بے ہوش ہو چکا ہے۔ تو اس نے اطمینان کی سانس لی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ اور طویل راہداری کو قطعی طور پر سنسان دیکھ کر اس نے اطمینان سے سر ہلایا اور پھر دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی اب وہ میز پر پڑے

ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلدستے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے مختلف رنگوں کے پھولوں کو ایک خاص انداز میں کھینچا اور خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد مصنوعی پھولوں کے رنگ تیزی سے بدلنے شروع ہو گئے۔ اور سوزی چونکی ہو گئی اس کے چہرے کے عضلات تن گئے۔

"ہیلو ——— ڈی جی سپیکنگ اوور" ——— ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"چیف باس ——— میں نمبر ہنڈرڈ ون سوزی بول رہی ہوں۔ پاکیشیا سے ——— اس وقت میرے کمرے میں یہاں کی انٹیلی جنس کا چیف سپرنٹنڈنٹ فیاض بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ پاکیشیا کی حکومت کے کانوں میں ہمارے یہاں آنے کی بھنک پڑ گئی ہے۔ اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر سر رحمان فیاض کی سربراہی میں ایک ٹیم ولیسٹ ہارف بھیج رہا ہے تاکہ آپ سے وہیں نپٹ لیا جائے اور آپ یہاں نہ آسکیں اوور" ——— سوزی نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— مگر ہمارے پروگرام کا علم حکومت کو پہلے سے کیسے ہو گیا۔ بہر حال کوئی بات نہیں تم اس شخص کا خاتمہ کر دو۔ باقی جب یہاں آئیں گے تو میں ان سے نپٹ لوں گا اوور" ——— چیف باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس ——— میں نے اس سے مزید تفصیلات حاصل کی ہیں۔ یہ دس ممبروں کی ٹیم کے ساتھ کل شام چھ بجے یہاں کے ایک فوجی ایئرپورٹ

سے کسی نئے طیارے سے جانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ اور اپنے ساتھ وہ ان کو بھی لے جانا چاہتا ہے اوور ـــــــ سوزی نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــ اگر ایسی بات ہے تو پھر اسے ہلاک مت کرو۔ ایسا کرو اس کے بازو میں نائن الیون فٹ کر دو۔ اور ٹرانسمیٹنگ سیٹ سے اس کی نقل و حرکت چیک کرتی رہو۔ جب یہ عمران اور اپنے ساتھیوں سمیت طیارے میں سوار ہو۔ اور طیارہ فضا میں اڑ جائے تو نائن الیون کو برسٹ کر دو۔ یہ سب لوگ طیارے سمیت ہی ختم ہو جائیں گے اوور" چیف باس نے اسے نئی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ـــــ ایسا ہی ہوگا اوور" ـــــ سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیونکہ چیف باس کی یہ ہدایت سوزی کی فطرت کے عین مطابق تھی۔ سفاکی ہی اس کی فطرت تھی۔ اسے ایک بے ہوش پڑے ہوئے شخص کو ہلاک کرنے میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا جب کہ دس بارہ جیتے جاگتے لوگوں کے پرخچے اڑتے دیکھ کر اس کی فطرت کو زیادہ چین مل سکتا تھا۔

اس نے کرسی چھوڑی اور پھر الماری کے قریب پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ بظاہر یہ عام سا اٹیچی کیس تھا جس میں اس کے کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ مگر اس کی انتہائی خفیہ جیبوں میں جدید قسم کا بے شمار سامان بھرا ہوا تھا۔ سوزی نے ایک خفیہ خانہ کھولا اور پھر اس میں سے ایک ماچس کے سائز کی ڈبیا باہر

نکالی۔ ڈبیا کے اوپر ایک چھوٹا سا بٹن فکس تھا۔ اس نے وہ بٹن ڈبیا سے علیحدہ کیا اور پھر اٹیچی کیس کے ایک اور خفیہ خانے سے ایک باریک دھار کا چھوٹا سا خنجر اور ایک چھوٹی سی شیشی باہر نکالی۔ خنجر لے کر وہ ایک بار پھر فیاض کے پاس پہنچی اور اس نے فیاض کی آستین کھول کر الٹ دی۔ اور پھر اس نے کلائی کی پشت پر اس خنجر سے گہری خراش لگائی۔ دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے بٹن کو اس خراش کے اندر رکھ کر دبا دیا۔ چھوٹا سا بٹن گوشت کے اندر اترتا چلا گیا۔ بٹن اندر ڈال کر سوزی نے شیشی کا ڈھکن کھول کر اس میں موجود سیال کے چند قطرے اس خراش پر ٹپکائے اور انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے اس سیال کو تیزی سے خراش پر ملنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ تک اس کا انگوٹھا تیزی سے حرکت کرتا رہا۔ پھر جب اس نے انگوٹھا ہٹایا تو اب وہاں خراش کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں کبھی خراش آئی ہی نہ ہو۔ سوزی نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے ڈبیا کو الماری کے ایک خانے میں رکھا اور لباس بدل کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اسے معلوم تھا کہ فیاض صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا۔ اور نائن الیون کے متعلق تو اسے زندگی بھر علم نہیں ہو سکتا۔ جب کہ اس ڈبیا کی مدد سے وہ جب چاہے نائن الیون کو برسٹ کر سکتی تھی۔ اور جب چاہے مخصوص سکرین پر وہ فیاض کی نہ صرف نقل و حرکت چیک کر سکتی تھی بلکہ اس کی آواز بھی سن سکتی تھی۔ اور چونکہ اسے معلوم تھا کہ فیاض اور اس کے ساتھیوں نے کل شام چھ بجے جانے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ اس لئے وہ بڑے مطمئن انداز میں سو گئی۔ اس نے بستر

کی سائیڈ دراز کھول کر ایک شیشی نکالی اور اس میں سے دو خواب آور گولیاں نکال کر حلق میں ڈال لیں۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کی آنکھیں بھاری ہونے لگ گئیں اور وہ گہری نیند میں غرق ہو گئی۔ فیاض صوفے پر اسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔



عمران نے کار دانش منزل کے پورچ میں روکی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"عمران صاحب ـــــ یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو دہشت گرد کیسے یاد آ گیا" ـــــ بلیک زیرو نے عمران کے استقبال کے لئے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تمہیں صرف بیٹھے بٹھائے پر اعتراض ہے تو میں کھڑے کھڑائے یاد کر لیتا ہوں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"ظاہر ہے ـــــ معاملہ بے حد سنگین ہے۔ دہشت گرد ہمارے ملک کا رخ کرنے والا ہے۔ اور تم نے خود اس کی فائل میں پڑھ لیا ہو گا۔

کر سکتی خوف ناک تنظیم ہے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسے پاکیشیا آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ کم از کم ہمارے ملک کی قیمتی ملاک تو اس کے ہاتھوں بچ جائیں گی۔ وگرنہ کم از کم آدھے سے زیادہ ملک کی تباہی تو ایک لازمی امر ہے" ـــــ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بالکل درست فیصلہ ہے جناب ـــــ مگر دہشت گرد اس وقت کہاں ہے" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"وہ ویسٹ ہارڈ میں مصروف ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ ٹھیک ہے۔ پھر اس بار مجھے اجازت دیجئے میں خود اس کے مقابلے میں جانا چاہتا ہوں" ـــــ بلیک زیرو نے بڑے ملتجی لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے تم جولیا کو اپنی جگہ چھوڑ کر باقی ٹیم کو لے کر چلے جاؤ۔ تمہیں بھی یہاں بیٹھے بیٹھے زنگ لگتا جا رہا ہے" ـــــ عمران نے بڑے فیاضانہ انداز میں جواب دیا۔ اور بلیک زیرو خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ مسرت سے جگمگانے لگا تھا۔

"بہت بہت شکریہ عمران صاحب ـــــ میں انشاء اللہ دہشت گرد کی تمام دہشت جھاڑ کر ہی واپس آؤں گا" ـــــ بلیک زیرو نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے سر سلطان سے کہہ دیا ہے۔ سپیشل ملٹری طیارہ تمہاری ٹیم کو ویسٹ ہارڈ کی سرحد پر چھوڑ دے گا" ـــــ آگے تم جانو

اور دہشت گرد جائے۔ میری جان عذاب سے نکلی۔ باقی تیاریاں تم مکمل کر لینا۔ بس اتنا بتا دوں کہ ویسٹ ہارٹ میں ہوٹل میٹرو کا مالک راجر سے تمہیں پولیس آف ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے مکمل امداد اور تعاون مل سکتا ہے" عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور عمران واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس نے اچانک ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ٹیم سے علیحدہ رہ کر کام کرے گا۔ اس طرح وہ ٹیم کی کارکردگی بھی چیک کر سکتا ہے۔ اور آسانی سے کام بھی۔ یہی وجہ تھی۔ اس نے فوراً ہی بلیک زیرو کی تجویز مان لی تھی۔

دانش منزل سے نکل کر اب اس نے کار کا رخ واپس اپنے فلیٹ کی طرف کر لیا۔ اب وہ خود ویسٹ ہارٹ جانے کا پروگرام طے کرنا چاہتا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ کار ڈرائیو کئے جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں ہوٹل شہرزاد کی پارکنگ پر پڑیں اور اسے کیپٹن فیاض کی کار وہاں کھڑی نظر آگئی۔ اور اسی لمحے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اور اسے سر جہان کی بات یاد آگئی۔ کہ وہ سوپر فیاض کی قیادت میں دہشت گرد کے خلاف ٹیم ویسٹ ہارٹ بھیج رہے ہیں۔ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ جانے کی بجائے سوپر فیاض کو استعمال کرے گا۔ چنانچہ اس نے کار ہوٹل شہرزاد کے کمپاؤنڈ میں موڑ دی۔ سوپر فیاض کی کار کے قریب جا کر اس نے کار روکی اور پھر اتر کر سیدھا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ سوپر فیاض کے ساتھ گپ شپ کر کے اس کے پروگرام کے متعلق معلوم کرے۔

ہال میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر سوپر فیاض اسے کہیں نظر نہ آیا۔ تو وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"فرمائیے ـــــ" کاؤنٹر مین نے بڑے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔ وہ عمران سے اچھی طرح واقف تھا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض کہاں ہے" ـــــ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں ہیں عمران صاحب ـــــ مگر بہتر ہے کہ آپ وہاں نہ جائیں۔ ان کے رنگ میں بھنگ پڑ جائے گی" ـــــ کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ تو یہ بات ہے ـــــ مگر میرے پاس اس وقت بھنگ نہیں ہے۔ اور کون ہے اس کے ساتھ" ـــــ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی غیر ملکی لڑکی ہے موزمی ـــــ میرا خیال ہے ویسٹ ہارٹ سے آئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور غیر ملکی بھی تھا جو شام کو چلا گیا ہے" کاؤنٹر مین نے کہا۔

"ویسٹ ہارٹ سے ـــــ مگر فیاض نے کیسے پھنسائی" ـــــ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"یہ تو آپ فیاض صاحب سے ہی پوچھئے۔ میں کیا بتا سکتا ہوں" ـــــ کاؤنٹر مین نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے فیاض کی پرواز خاصی بلند ہو گئی ہے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مگر چند قدم چلنے کے بعد وہ تیزی

سے واپس مڑا۔

"سنو ـــــ میرے جانے کے بعد اُسے فون کر کے میرے آنے کی اطلاع دینے کی حماقت مت کرنا" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں عمران صاحب ـــــ میں بھلا ایسا کر سکتا ہوں"

کاؤنٹرمین نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران مطمئن ہو کر واپس لفٹ کی طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے سامنے موجود تھا۔ دروازے پر تقریباً ساتھ ہی ڈوری تھی۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ تو اُسے سامنے صوفے پر فیاض بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ جب کہ ایک خوبصورت غیر ملکی لڑکی جھک کر اس کے گلاس میں شراب انڈیل رہی تھی۔

اُسی لمحے اُسے لفٹ کے رکنے کی آواز سنائی دی اور عمران سیدھا ہو گیا۔ ویسٹ ہارٹ اور غیر ملکی لڑکی کی وجہ سے وہ چونک گیا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ غیر ملکی لڑکیاں اتنی آسانی سے فیاض جیسے آدمیوں کے ہتھے نہیں چڑھ سکتیں جب تک انہیں کوئی مخصوص لالچ نہ ہو۔

یہی سوچ کر وہ کمرہ نمبر نو کی طرف بڑھا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے کے لاک میں چابی موجود تھی اور اس کے ساتھ نمبر کارڈ لٹک رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔ اس نے اطمینان سے چابی گھمائی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر سے دروازہ بند کر کے وہ سیدھا اُس درمیانی روشندان کی طرف بڑھا جو دونوں کمروں کی درمیانی دیوار میں بنایا گیا تھا۔ روشندان خاصی اونچائی پر چھت کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے وہاں تک پہنچنا بھی ایک ٹیڑھا مسئلہ تھا۔ مگر عمران ایسے ٹیڑھے مسئلوں کو حل کرنے کا ماہر تھا۔ اس لئے اس نے بڑی پھرتی سے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اتارا۔ اور اس کو پھاڑ کر پٹیوں کی صورت میں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی پورا پردہ لمبی لمبی پٹیوں کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے ان پٹیوں کو آپس میں گانٹھیں دے کر جوڑا۔ اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پلاسٹک کی ایک چھوٹی مگر پتلی سی پٹی نکالی۔ اور اُسے درمیان سے بالکل علیحدہ کر کے ان دونوں کا ایک ایک سرا اس طویل رسی کے دونوں سروں پر جما دیا۔ اس پلاسٹک کی پٹی پر ایک باریک کاغذ کی تہہ لگی ہوئی تھی اس نے چٹکی سے وہ کاغذ اتار دیا تھا۔ اور جب پردے کی پٹی کا سرا اس پلاسٹک کی تہہ کے سرے سے جوڑا تو وہ یوں اس سے چپک گئی کہ جھٹکے مارنے کے باوجود نہ اکھڑی۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے وہ پلاسٹک پٹی کو روشندان کی طرف اچھال دیا۔ اور پلاسٹک کی پٹی روشندان کے قریب دیوار کے ساتھ ٹکرا کر چپک گئی۔ عمران نے پوری قوت سے رسی کو جھٹکا دیا مگر اس پلاسٹک کی پٹی پر نجانے کون سا مادہ لگا ہوا تھا کہ انتہائی قوت سے جھٹکا دینے کے باوجود وہ دیوار سے یوں چپکی رہی جیسے دیوار کا ایک حصہ ہو۔ دوسری پٹی کو بھی اس نے اس طرح روشندان کے دوسری طرف چپکا دیا اور پھر رسی کے دونوں سروں کو پکڑ کر وہ تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کا انداز

ایسا تھا جیسے لوگ کھجوریں اتارنے کے لئے کھجور کے درخت پر چڑھتے ہیں
جب وہ روشندان کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اس نے دونوں رسیوں
کو اپنے کولہوں کے گرد لپیٹ کر مضبوط سی گانٹھ دے دی۔ اب وہ
بڑے اطمینان سے دیوار سے پیر ٹکائے ان رسیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔
اور چونکہ اس کا سر روشندان سے اوپر چھت کے بالکل قریب تھا اس
لئے وہ بڑی آسانی سے دوسرے کمرے میں جھانک سکتا تھا۔ اس نے
ہاتھ بڑھا کر روشندان کے درمیانی تختے کو ذرا سا کھولا اور دوسری طرف
جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ فیاض صوفے پر بیہوشی
کے عالم میں پڑا ہوا تھا جب کہ وہ غیر ملکی لڑکی ایک میز کے سامنے کرسی
پر بیٹھی ہوئی میز پر رکھے مصنوعی پھولوں کے گلدان کو گھور رہی تھی۔
عمران ایک لمحے کے لئے تو پوزیشن کو نہ سمجھ سکا۔ مگر دوسرے لمحے وہ
بری طرح چونک پڑا جب اس نے گلدان میں سے ایک کرخت سی
آواز نکلتے سنی۔

"ہیلو —— ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" —— کرخت آواز
میں کہا گیا۔

"چیف باس —— میں نمبر ہنڈرڈ ون سوزی بول رہی ہوں پاکیشیا
سے ...." —— غیر ملکی لڑکی نے تفصیل بتانی شروع کر دی۔
اور جب عمران نے ساری گفتگو سنی تو قدرت کے اس اتفاق پر دنگ
رہ گیا۔ کہ وہ کس طرح اچانک دہشت گرد کے ایک رکن سے ٹکرا گیا ہے۔
وہ بڑی خاموشی سے روشندان کے قریب بیٹھا ان دونوں کے درمیان
ہونے والی باتیں سنتا رہا۔

اور یہ گفتگو کے خاتمے پر اس نے سوزی کو فیاض کی کلائی میں نالی پیوست
کرتے اور اس کا ٹرانسمیٹر رکھتے دیکھا۔ جب سوزی ان سب کاموں
سے فارغ ہو گئی اور اس نے لباس بدل کر خواب آور گولیاں کھا لیں
تو عمران بڑے اطمینان سے نیچے اتر آیا۔ اس نے گانٹھ کھول دی تھی۔
اس لئے اب رسیوں کے دونوں سرے اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اس
نے رسی کے ایک سرے کو چھت کی طرف اچھال کر مخصوص انداز میں
جھٹکا دیا تو پلاسٹک کی پٹی دیوار سے علیحدہ ہو کر نیچے فرش پر آگری۔
اس طرح اس نے دوسری پٹی بھی کھولی اور پھر انہیں رسیوں سے
علیحدہ کر کے وہ رسیوں اور ان دونوں پٹیوں کو اٹھائے غسل خانے
میں گھس گیا۔ اس نے جیب سے لائٹر نکال کر پلاسٹک کی دونوں
پٹیوں کو شعلہ دکھایا تو وہ دونوں دھڑا دھڑ جلنے لگ گئیں۔ چند ہی لمحوں
میں وہ راکھ میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر عمران نے پٹیوں کا کپڑا بھی ختم کیا اور
ان سب کی راکھ واش بیسن میں بہا دی۔ اس نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ
کاؤنٹر مین نے اسے سوزی کے کسی ساتھی کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے
سوچا تھا کہ اس کا ساتھی کہیں تفتیش نہ کرے۔ اور اس طرح پٹیوں
کو دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ جائے گا۔ وہ سوزی کو اغوا کر کے لے
جانے کا پروگرام بنا چکا تھا۔
اس طرف سے فارغ ہو کر عمران تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول
کر باہر آیا۔ اور اس نے چابی ویسے ہی باہر لٹکا دی اس وقت راہداری
بالکل سنسان پڑی تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے سوزی کے کمرے کے
دروازے پر رکا۔ اس نے جیب سے ایک ماسٹر کی نکالی اور اسے

تالے کے سوراخ میں ڈال کر دائیں بائیں گھمانے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک ہلکی سی کھٹاک کی آواز سنائی دی اور عمران نے ماسٹر کی کھینچ کر واپس جیب میں ڈال لی اور پھر دروازے کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس نے چونکہ سوزی کو خواب آور گولیاں کھاتے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے اُسے اطمینان تھا کہ سوزی کئی گھنٹوں تک گہری نیند میں ڈوبی رہے گی۔ اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر بٹن دبا کر روشنی کر دی۔ پوزیشن بالکل ویسی ہی تھی۔ جیسی اس نے روشندان سے دیکھی تھی۔ سوزی بستر پر گہری نیند سوئی ہوئی تھی جب کہ کیپٹن فیاض صوفے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

عمران نے سب سے پہلے الماری کے خانے سے نائن الیون کا ماچس کی ڈبیا جتنا ٹرانسمیٹر اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر اس نے پھرتی سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ جلد ہی اس نے اٹیچی کیس کے خفیہ خانوں سے کافی کام کی چیزیں برآمد کر لیں۔ ان میں ایک چھوٹی سی ڈائری بھی تھی۔ عمران نے ڈائری کھول کر اس کے مختلف صفحات پر سرسری سی نظر ڈالی اور پھر مسکرا کر ڈائری جیب میں ڈال لی۔ باقی چیزیں بھی اس کی جیبوں میں منتقل ہو گئیں۔ اس نے میز پر پڑا ہوا وہ گلدان بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر عمران نے میز پر پڑا ہوا ہوٹل کا پیڈ اٹھایا اور اس کے ساتھ منسلک پنسل سے کاغذ پر فیاض کے نام ایک پیغام لکھا۔

"بائی بائی ڈیئر فیاض ——— میں ایک ضروری کام سے جا رہی

ہوں۔ امید ہے تمہارا مشن کامیاب رہے گا۔ سوزی"

پیغام لکھ کر اس نے پیڈ میز پر رکھا اور پھر جھک کر سوئی ہوئی سوزی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری حسبِ معمول سنسان پڑی تھی۔ عمران سوزی کو اٹھائے لفٹ کی طرف بڑھنے کی بجائے راہداری کی مشرقی سمت کی طرف چلنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر راہداری کے آخر میں فائر بریگیڈ والوں کے لئے ایک بچاؤ سیڑھی موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ جلد ہی وہ ایک چھوٹا سا دروازہ کھول کر اس سیڑھی پر پہنچ گیا۔ سیڑھی ایک عقبی گلی میں پہنچتی تھی۔ اس لئے عمران سوزی کو اٹھائے آسانی سے اس گلی میں پہنچ گیا۔ گلی میں پہنچ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا مین روڈ پر پہنچا۔ مین روڈ پر پہنچنے سے قبل ہی اس نے سوزی کو اندھیری گلی میں دیوار کی جڑ کے ساتھ لٹا دیا۔ اندھیرے میں سوزی نظر نہ آ رہی تھی۔ جب تک کوئی غور سے نہ دیکھے۔ پھر وہ تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھا۔ اور مین روڈ سے ہوتا ہوا وہ جلد ہی ہوٹل کے سامنے کے رخ پہنچ گیا۔ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھا جو سوپر فیاض کی کار کے قریب کھڑی تھی۔

اور پھر چند لمحوں بعد۔ اس کی کار کمپاؤنڈ سے نکل کر ہوٹل کے عقب میں موجود اس گلی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے کار عقبی گلی کے سرے پر پہنچ کر روک دی۔ اور پھر اتر کر گلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سوزی ابھی تک دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اُسے جھک کر اٹھایا۔ اور پھر اُسے کندھے پر لاد کر تیز تیز قدم اٹھاتا کار کے قریب پہنچ گیا۔ کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اس نے سوزی کو پچھلی نشستوں

کے درمیان میں لٹا دیا اور پھر دروازہ بند کر کے پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔



ویسٹ ھارن کے دارالحکومت میں ایک سولہ منزلہ عمارت کی آخری منزل پر ایک چھوٹے سے کمرے میں نوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز پر ایک بہت بڑا ٹرانسمیٹر پڑا ہوا تھا جس کے اوپر چھوٹی سی سکرین بھی فٹ تھی۔ نوجوان خاصا لحیم شحیم اور طاقتور جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم پر خوبصورت تراش کا سوٹ تھا۔ مگر اس کا چہرہ کسی بلڈاگ کی طرح پھولا ہوا اور خاصا بے رحم قسم کا دکھائی دے رہا تھا۔ نوجوان کی بڑی بڑی آنکھوں میں بے پناہ سرخی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے بھیڑیئے کی آنکھیں ہوں۔

وہ بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی زوں زوں کی آوازیں نکلنے

میں۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اور دوسرے لمحے سکرین روشن ہو گئی۔ اور اس پر ایک شخص کی تصویر ابھر آئی۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب چڑھا ہوا تھا۔

"ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" ـــــ نقاب پوش کی آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔ لہجہ انتہائی کرخت تھا۔

"یس باس ـــــ نمبر ٹو سپیکنگ اوور" ـــــ بلڈاگ کی شکل والے نوجوان نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ـــــ نقاب پوش نے پوچھا۔

"باس حالات بگڑ گئے ہیں۔ پرائم منسٹر نامعلوم مقام پر روپوش ہو گئے ہیں۔ مین ہٹن کے جزیرے پر مسلح فوج کے دستے پہرہ دے رہے ہیں۔ ناچھالیا نڈی کا چیف اصل فارمولا لے کر اسی جزیرے میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اوور" ـــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ہمارا مشن فی الحال ناکام ہو گیا اوور" ـــــ نقاب پوش کا لہجہ بے حد کرخت ہو گیا۔

"یس باس ـــــ معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے بہرحال ہمارے آدمی مین ہٹن پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ پرائم منسٹر بھی وہیں ہیں۔ اوور" ـــــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"نمبر ٹو ـــــ ہم نے اپنے مشن کے لئے ویسٹ ہارن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ سینکڑوں عمارتیں اڑا دیں۔ ہزاروں آدمی مار ڈالے گئے۔ پورے ملک میں آگ و خون کی ہولی کھیلی گئی مگر فائدہ کچھ نہ ہوا۔ ہمارے مطلب کا آدمی پرائم منسٹر بھی نہ مل سکا اور نہ ہی

"تا دمولا ہاتھ آیا اوور" ——

نقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

"حالات اچانک ہی بدل گئے باس —— ورنہ ہم کامیابی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جس پارٹی کی خاطر ہم نے یہ کام کیا اس کا لیڈر ہی بزدل نکلا۔ اس نے ملک کی یہ حالت دیکھ کر خودکشی کر لی۔ اور اب اس پارٹی میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو اقتدار پر قبضہ کر سکے اوور" —— نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد یہاں کا مشن مکمل کر کے پاکیشیا جاؤں مگر معلوم ہوتا ہے ابھی یہاں کچھ دن لگیں گے۔ ادھر پاکیشیا حکومت کو ہمارے وہاں آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور وہاں کی ایک ٹیم ہماری سرکوبی کے لئے یہاں آ رہی ہے اوور" —— نقاب پوش نے کہا۔

"مگر باس —— حکومت پاکیشیا کو اس کی اطلاع کیسے مل گئی۔ اور وہ ٹیم یہاں پہنچ کر کیا کرے گی اوور" —— نمبر ٹو نے حیرت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"کسی طرح مل گئی ہو گی اطلاع —— بہرحال میں نے اس ٹیم کا بندوبست کر لیا ہے۔ کل تک اس کے خاتمے کی اطلاع مل جائے گی مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔ پاکیشیا ایک پسماندہ ملک ہے۔ وہ ہمارے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ صرف اس ملک کی [illegible] کے لئے مزید ٹل گئی ہے اوور" —— نقاب پوش نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"اب باس موجودہ حالات میں آپ کا کیا حکم ہے اوور" —— نمبر ٹو نے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

"سیکنڈ پارٹی کے نئے لیڈر سے ملو۔ اور اسے تنظیم کا حوالہ دے کر پوچھو کہ کیا وہ واقعی اقتدار پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے یا نہیں۔ اگر وہ ہاں میں جواب دے تو پھر نئے سرے سے کھیل شروع کر دو۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اپنی پوری توجہ اس فارمولے کی طرف لگا دو۔ فارمولا حاصل ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل جائیں گے اوور" —— چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"او کے باس —— میں کل آپ کو پارٹی لیڈر کے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا اوور" —— نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" —— نقاب پوش نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

نمبر ٹو نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے تیزی سے ایک اور فریکونسی سیٹ کی۔ اور پھر بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ اس بار سکرین پر ایک خوبصورت سی لڑکی کی تصویر نظر آ رہی تھی۔

"نمبر ٹو سپیکنگ اوور" —— نوجوان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس —— نمبر تھرٹی فرام دس اینڈ اوور" —— لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"نمبر تھرٹی میں مشن کی کیا پوزیشن ہے اوور" —— نمبر ٹو

نے پوچھا۔

"باس ——— مین مشن پہ انتہائی سخت پہرہ ہے۔ حالات بے حد نازک ہیں۔ اس کے باوجود ٹیم بی مسلسل کوشش کر رہی ہے اوور"۔ نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"کوشش جاری رکھو مجھے ہر قیمت پہ کامیابی کی خبر چاہیئے اوور"۔ نمبر ٹو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ——— ایسا ہی ہوگا اوور" ——— نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"اوکے ——— اوور اینڈ آل" ——— نمبر ٹو نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اُسے میز کی ایک خفیہ دراز میں منتقل کر دیا اور پھر تیزی سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد پارٹی لیڈر سے بات کرنا چاہتا تھا۔

سویر فیاض کی آنکھ کھلی تو پہلے چند لمحے تو وہ آنکھیں کھولے بے حس و حرکت صوفے پر پڑا رہا۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرت بھرے انداز میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جیسے یاد کر رہا ہو کہ وہ کہاں آگیا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اُسے گذشتہ رات کی تمام باتیں یاد آگئیں۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سوزی کمرے سے غائب تھی۔ سوپر فیاض کا چہرہ ندامت اور جھلاہٹ سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ اُسے یاد آگیا تھا کہ وہ سوزی کے پاس رات گزارنے کے لئے آیا تھا۔ مگر شراب پیتے پیتے نجانے کیا ہوا کہ رات صوفے پر ہی پڑے پڑے گزر گئی۔

اسی لمحے اس کی نظریں بستر کی سائیڈ ٹیبل پہ پڑے ہوئے پیڈ پہ پڑیں اور پھر سوزی کا پیغام پڑھ کر اس کی جھلاہٹ کچھ اور بڑھ گئی وہ تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا۔ جی بھر کے ٹھنڈے پانی سے نہانے کے بعد جب وہ دوبارہ کپڑے پہن کر باہر آیا تو اب اس

کہ مزاج ہماما ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا سراپا چیک کرنے کے بعد۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دروازہ کھول کر سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکلی اور اس کا رخ اس کی اپنی کوٹھی کی طرف تھا کہ اچانک اسے خیال آگیا کہ ابھی اس نے عمران کو بھی ساتھ چلنے کے لئے رضامند کرنا ہے۔ اور شام چھ بجے جانے کا پروگرام ہے۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے عمران کے فلیٹ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران کو رضامند کرنے کے لئے اسے نجانے کیا جتن کرنے پڑیں گے۔

عمران کے فلیٹ پر پہنچ کر اس نے کار سیڑھیوں کے قریب روکی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ اسے کال بیل بجانے کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑی۔ کیونکہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے ڈرائنگ روم کے صوفے پر عمران اکڑوں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق معلوم ہو رہا تھا۔ فیاض کھنکارتا ہوا اندر داخل ہوا۔ تو عمران نے چونک کر سر اٹھایا۔ اور اس کی نظریں سوپر فیاض پر یوں جم گئیں جیسے وہ اسے پہچاننے کی شدید کوشش کر رہا ہو۔

"ہیلو عمران صاحب ——— کیا حال ہیں" ——— فیاض نے بڑے میٹھے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"وعلیکم سلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ فرمایئے۔ آپ نے کن سے ملنا ہے" ——— عمران نے خالص عربی لہجے میں کہا۔ البتہ

اس کی آواز میں بالکل اجنبیت تھی۔

"ملعون کا بچہ نہیں ——— فی الحال ناشتہ کراؤ" ——— فیاض نے ڈھیٹ بن کر ہنستے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے ——— یہ ہوٹل نہیں ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے" ——— عمران کا لہجہ بدستور اجنبی تھا۔

"ہوٹل کے بچے ٹھیک ہو جاؤ۔ ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا" ——— فیاض کے چہرے پر جھلاہٹ سوار ہونے لگی۔

"ہوٹل کے بچے۔ کمال ہے۔ یہ کوئی نئی دریافت ہے۔ آج تک مرغی کے بچے۔ بطخوں کے بچے۔ چڑیا کے بچے۔ انسانوں کے بچے تو سنتے آئے تھا۔ آج معلوم ہوا کہ ہوٹل بھی بچے جنتے ہیں" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے سور ——— خواہ مخواہ اچھے بھلے موڈ چوپٹ کر دیتے ہو۔ سنو میں آج شام ویسٹ ہارٹ جا رہا ہوں۔ سرکاری خرچ پر ——— کیا خیال ہے چلو گے" ——— فیاض نے اصل موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

"ویسٹ ہارٹ ——— ہونہہ مجھے کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی۔ میں تو حج پر جانے کا پروگرام بنائے بیٹھا ہوں۔ اگر وہاں جانا چاہتے ہو تو بسم اللہ" ——— عمران نے جواب دیا۔

"واپسی پر حج بھی کرتے آئیں گے" ——— فیاض نے فیاضی کا مظاہرہ کیا۔

"مگر حج پر تو صرف وہی شخص جا سکتا ہے۔ جو کسی کو دھوکہ نہ دے۔

تم کیسے جا سکتے ہو ـــــ عمران نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جواب دیا۔
"میں نے کسے دھوکا دیا ہے" ـــــ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"تمہیں نے کل رات تمہاری کار ہوٹل شہرزاد کی پارکنگ میں کھڑی دیکھی تھی۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ساری رات وہیں کھڑی رہی بولو کیا اسی طرح تم اپنی بیوی کو دھوکا نہیں دیتے" ـــــ عمران بے حد سنجیدہ تھا۔

"ارے وہ تو ایسی کوئی بات نہیں ـــ بس تفریح کے لئے گیا تھا کہ نیند آگئی" ـــــ فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔
"اور اگر تمہیں ویسٹ لارڈ میں نیند آگئی تو پھر جج کا کیا بنے گا" عمران نے جواب دیا۔
"سنو عمران ـــــ میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ آج شام میں ایک ٹیم لے کر خفیہ طور پر ویسٹ لارڈ جا رہا ہوں۔ ایک بین الاقوامی تنظیم سے مقابلہ کرنے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ میرے مشن کی کامیابی یقینی ہو جائے" ـــــ فیاض نے بڑے عاجزانہ لہجے میں اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔
"تم ـــــ اور بین الاقوامی تنظیم سے مقابلہ۔ اب تمہیں بھی مذاق کرنے کا سلیقہ آگیا ہے" ـــــ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔
"کیوں ـــــ کیا میں کسی تنظیم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آخر تم مجھے کیا سمجھتے ہو" ـــــ فیاض کو غصہ آگیا۔

میں تو ایک بات جانتا ہوں۔ جو شخص اپنی بیوی کے مقابلے میں کھڑا نہ ہو سکتا وہ بھلا کسی اور سے مقابلہ کیا کرے گا۔ یہ بات دیر سے ذہن نشین ہوئے ہیں" ـــــ عمران نے کان پر یوں ہاتھ مارا جیسے مکھی اڑا رہا ہو۔
"دیکھو عمران ـــــ میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ میں تمہیں ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا سمجھے ہر قیمت پر" ـــــ فیاض نے اب رعب سے کام لینا چاہا۔
"ہاں ـــــ اب ہوئی نا بات۔ بولو کیا آفر دیتے ہو تم" ـــــ عمران نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔
"کس بات کی آفر" ـــــ فیاض نے حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"ارے بھائی وہ قیمت والی بات کر رہا ہوں۔ اچھا تم نہیں بتاتے تو سن لو کہ میں تمہارے ساتھ چلنے کے کم از کم ایک لاکھ روپے لوں گا اور وہ بھی پیشگی۔ بولو سودا منظور ہے" ـــــ عمران نے یوں بات کی جیسے وہ بڑی سنجیدگی سے کاروبار کر رہا ہو۔
"ایک لاکھ روپے ـــــ کیا کہہ رہے ہو" ـــــ فیاض بول اچھلا جیسے اس کے پیروں میں اچانک سینگ نکل آئے ہو۔
"کم میں تو زیادہ دے دیتا" ـــــ عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔
"کیا تمہارا دماغ درست ہے میں بھلا ایک لاکھ کہاں سے لاؤں گا۔ میری تنخواہ صرف دو ہزار ہے اور پھر گھر کے خرچے" ـــــ فیاض

یوں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔

"چلو میں بتا دیتا ہوں۔ کہ تم ایک لاکھ کہاں سے لاؤ گے۔ اے۔ جی۔ بینک کی مین برانچ میں رشیدہ کے نام سے تمہارے پانچ لاکھ روپے جمع ہیں۔ قومی بینک کی فوارہ برانچ میں جاوید کے نام سے دو لاکھ۔ جامو بینک کی مین برانچ میں اختر کے نام سے دس لاکھ روپے۔ اور......

عمران نے انگلیوں پر تفصیل گنانی شروع کر دی۔ اور سوپر فیاض کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹتی چلی گئیں۔

"کک ___ کیا مطلب ___ تمہیں یہ سب تفصیل کیسے معلوم ہوئی" فیاض کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ یہ بات کہتے ہوئے لڑکھڑا گیا تھا۔

"ارے ___ ابھی تو لمبی تفصیل ہے۔ تم ابھی سے گھبرا گئے" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور فیاض اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھا اور دوسرے لمحے اس نے جھک کر عمران کے پیر پکڑ لیے۔

"عمران ___ خدا کے واسطے کسی کو نہ بتانا۔ ورنہ میں ___ میں مر جاؤں گا" ___ فیاض کا لہجہ رو دینے والا تھا۔

"ارے ارے پیر تو چھوڑ دو۔ پہلے ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے اب ہاتھ لگانا شروع کر دو گے" ___ عمران نے اپنے پیر چھڑاتے ہوئے کہا۔

اور فیاض اٹھ کر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت طاری تھی ایسی کیفیت جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

یوں لگتا تھا جیسے اس کی اپنی موت واقع ہو گئی ہو۔ اور اب وہ اپنے آپ کو خود دفنا کر واپس آیا ہو۔

"میں تو آج تک یہی سمجھتا رہا کہ ان رقومات کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں مگر......... ___ فیاض نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے بری طرح رگڑتے ہوئے کہا۔

"مزید تفصیل بتاؤں یا ان میں سے ایک لاکھ کا بندوبست ہو جائے گا" ___ عمران نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ___ میں دوں گا۔ ظاہر ہے اب میں انکار کیسے کر سکتا ہوں" ___ فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"زندہ باد سوپر فیاض ___ واقعی تم جیسا ایماندار اور نیک آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اب یقیناً میرا حج قبول ہو جائے گا" ___ عمران نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کچھ جواب دیتا۔ عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

"سلیمان ___ ارے سلیمان بھائی" ___

"فرمائیے ___" دوسرے ہی لمحے سلیمان نے دروازے سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ خلاف معمول اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"بھائی اللہ کا فضل ہو گیا ہے۔ اب سارے قرضے صاف ہو جائیں گے۔ سوپر فیاض صاحب ایک لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ جلدی سے چائے لاؤ" ___ عمران نے بے حد جوشیلے لہجے میں کہا۔

"صرف ایک لاکھ روپے ___ اس سے تو میرے اکیلے کے قرضے بھی صاف نہیں ہوں گے" ___ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا

اور فیاض نے جی چاہا کہ اٹھ کر سلیمان کی گردن مروڑ دے۔ جو ایک لاکھ روپے کی رقم مفت میں وصول کرنے کے باوجود مسخرہ بنا رہا تھا۔

"چلو ۔۔۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ ہی سہی ۔۔۔ ہے تو سہی۔ تم چائے بنا لاؤ۔ تاکہ سوپر فیاض جلدی سے چیک لکھ سکیں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"چلیے جناب ۔۔۔ ایسا ہی سہی ۔۔۔ ویسے میں نے بڑے بڑے کنجوس دیکھے ہیں مگر ۔ ۔ ۔ ہونہہ ایک لاکھ" ۔۔۔ سلیمان بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"عمران ۔۔۔ تم اس گدھے کو سمجھا لو۔ یہ میرے منہ نہ آیا کرے"۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں اپنی جان جلاتے ہو۔ سلیمان نے سن لیا تو ہم دونوں کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا اب چیک لکھو تاکہ سلیمان کو بھی تسلی ہو" ۔۔۔ عمران نے اُسے بچکارتے ہوئے کہا۔

"پھر وعدہ کر تم میرے ساتھ ولسیٹ ہاؤس جاؤ گے" ۔۔۔ فیاض نے پوچھا۔

اُسے خطرہ تھا کہ ایک لاکھ روپے وصول کرنے کے بعد کہیں عمران جانے سے ہی نہ انکار کر دے۔

"ارے ۔۔۔ ایک لاکھ کے لئے تو میں جہنم میں جانے کو تیار ہوں۔ وہاں کے داروغے کو دس ہزار دے کر کوئی ایئر کنڈیشنڈ کمرہ الاٹ کرا لوں گا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور فیاض نے خاموشی سے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکالی اور ایک لاکھ کا چیک لکھ کر عمران کے حوالے کر دیا۔ اُسی لمحے سلیمان چائے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ لو سلیمان چیک ۔۔۔ اسے وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کر دینا کئی سالوں سے زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اب اللہ تعالٰی نے سبب بنا ہی دیا ہے" ۔۔۔ عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے زیادہ غریب تو آج تک روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا"۔ سلیمان نے چیک لے کر اُسے انتہائی لاپرواہی سے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے مجھ سے اب تک اس تنظیم کا نام ہی نہیں پوچھا" ۔۔۔ فیاض نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے ۔۔۔ ہو گی کوئی چندہ اکٹھا کرنے والی تنظیم۔ دو چار روپے چندہ دے کر واپس آجائیں گے۔ اللہ اللہ خیر سلا" ۔۔۔ عمران نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

"یہ خوفناک مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد ہے" ۔۔۔ فیاض نے جیسے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا ۔۔۔ دہشت گرد ۔۔۔ ارے باپ رے ۔۔۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا نہ بابا۔ میری جان فالتو نہیں۔ تم اپنے ایک لاکھ واپس لے لو اور مجھے بخش دو۔

"سلیمان ۔۔۔ ارے سلیمان" ۔۔۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"جی صاحب" ۔۔۔ سلیمان نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"صاحب کو چیک واپس کر دو۔ ہمیں نہیں چاہئیں یہ روپے" ۔۔۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"مگر صاحب وہ تو میں نے خیرات کر دیا۔ ابھی گلی سے ایک فقیر گزر رہا تھا۔ میں نے چپکے سے اُسے تھما دیا" ـــــ سلیمان نے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ارے ـــ مارے گئے ـ ـ اچھا اب تو مجبوری ہے" ـــ عمران نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے اپنی بے بسی پر شدید غصہ آ رہا ہو۔

"اب تم مسخرے مت کرو۔ آج شام چھ بجے ہماری ٹیم جا رہی ہے۔ چونکہ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔ اس لئے تمہارے لئے میں مسافر طیارے میں سیٹ بک کرا دوں گا۔ تم مجھے وہاں پاکیشیا سفارت خانے میں مل لینا" ـــــ فیاض نے پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا وہ تنظیم سفارت خانے میں رہتی ہے" ـــــ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں ـــ میں تو بس ملنے کے لئے کہہ رہا تھا" ـــــ فیاض نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر بات صرف ملنے کی ہے تو میں تمہیں خود ہی مل لوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم صحیح سلامت وہاں تک پہنچ گئے" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں" ـــــ فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"پیارے سوپر فیاض ـــــ تنظیموں سے مقابلہ آسان نہیں۔ اب تک تم نے سمگلروں اور پیشہ ور بدمعاشوں سے ہی مقابلہ کیا ہے۔

تو شاید ڈیڈی کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے تمہیں خودکشی کرنے کے لئے پروگرام بنایا ہے" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آخر تمہارا مطلب کیا ہے" ـــــ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"سوپر فیاض ـــ جس کمرے میں تم نے رات گزاری ہے وہ مخبر دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھتی ہے" ـــ عمران نے انکشاف کیا اور فیاض پر ایک بار پھر حیرت کا دورہ پڑ گیا۔

"نن ـــ نن ـــ نہیں ...." ـــــ فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کہو تو ابھی ثبوت مہیا کر دوں۔ اس وقت تم ایک چلتے پھرتے بم ہو جس وقت وہ چاہے تمہارے پرخچے اڑا سکتی ہے" ـــــ عمران نے کہا اور فیاض کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"نہیں ـــــ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم بکواس کر رہے ہو" ـــــ فیاض نے کہا۔

"اپنی سیدھی کلائی ننگی کر دو" ـــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے لاشعوری طور پر قمیص کی آستین کا بٹن کھول کر اُسے الٹ دیا۔

عمران نے کوٹ کی جیب سے ایک تیز دھار باریک نوک والا خنجر نکالا اور پھر اس نے فیاض کی کلائی میں ایک خراش لگائی اور پھر خنجر کی نوک سے ایک چھوٹا سا بٹن باہر نکال لیا۔ بٹن خون آلود تھا۔ فیاض

آنکھیں پھاڑے حیرت سے اپنی کلائی میں سے برآمد ہونے والے بٹن کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ عمران نے رومال سے بٹن کو صاف کیا۔ اور پھر وہی رومال فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض نے رومال کلائی پر باندھ لیا۔

"یہ دیکھو یہ انتہائی خوف ناک مگر انتہائی جدید ترین بم ہے۔ اسے ایک مخصوص ٹرانسمیٹر سے پھاڑا جاتا ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ جب تم اپنی ٹیم کے ساتھ جہاز میں سوار فضا میں پرواز کر رہے ہو گے تو سونی ٹرانسمیٹر سے یہ بم چلا دے گی۔ اور نتیجہ ظاہر ہے پوری ٹیم مع جہاز فضا میں ذرات کی طرح بکھر جاتی"۔۔۔۔۔۔ عمران نے خنجر کی نوک سے بٹن کے ایک کونے کو مخصوص انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ میں اس لڑکی کو جان سے مار دوں گا"۔۔۔۔۔۔ فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ جیسے وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے"۔۔۔۔ عمران نے بٹن اپنی جیب میں منتقل کرتے ہوئے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔۔ مگر تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا"۔۔۔۔۔ فیاض نے پوچھا۔

"فیاض صاحب۔۔۔۔ ایک لاکھ روپے کمانے کے لئے نجانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں کہ سمگلر کو پکڑا۔ اور پھر سودا کر کے چھوڑ دیا۔ اور کسی نئی برانچ میں نئے نام سے ایک نیا اکاؤنٹ کھل گیا"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔۔ میں تمہارا مشکور ہوں۔۔۔۔ عمران آخر تم نے میری

زندگی بچائی ہے"۔۔۔ فیاض نے موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

"ابھی تو ابتدائے عشق ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ بہرحال اب تم جاؤ۔ تم نے تیاری بھی کرنی ہے۔ میں خود ہی تمہیں ویسٹ ہاؤس میں ڈھونڈ لوں گا"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور فیاض خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے انتہائی سعادت مند بچہ اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کر رہا ہو۔ ویسے اس کے چہرے پر ابھی تک کلائی سے نکلنے والے بم کے تاثرات نمایاں تھے۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

سوزی کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہوٹل کے کمرے
کی بجائے ایک سپاٹ دیواروں والے کمرے کے فرش پر پڑا ہوا پایا۔
کمرہ کا ایک ہی دروازہ تھا جو بند تھا۔ سوزی چونک کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے کے
فرش پر ایک دری سی بچھا ہوا تھا۔ اور بس اس کے علاوہ کمرہ قطعاً خالی
تھا۔ سوزی حیرت بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ آخر وہ ہوٹل سے یہاں
کیسے پہنچ گئی۔ اب اتنی سی بات تو اس کی سمجھ میں فوراً ہی آگئی تھی کہ خواب
آور گولیاں کھانے کے بعد وہ خود بخود چل کر یہاں تک تو نہیں آسکتی ظاہر
ہے کوئی اغوا کر کے ہی لے آیا ہوگا۔ پہلے اس کا ذہن سوپر فیاض کی طرف
گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔ فیاض کی بے ہوشی
صبح سے پہلے کسی صورت بھی نہ ٹوٹ سکتی تھی۔ اور پھر جب فیاض اُسے یہاں
کیوں لے آتا۔ ابھی وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھی کہ اچانک کمرے کا
اکلوتا دروازہ کھلا اور سوزی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔
دروازے میں ایک غیر ملکی لڑکی کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی یہ جولیا تھی۔

جسے جناب زیرو نے خاص طور پر ہدایت کر اس کمرے میں بھیجا تھا تاکہ وہ سوزی
کو چکر دے کر اس سے دہشت گرد کی دلیسٹ ہارٹ میں نقل و حرکت
کے متعلق پوچھ سکے۔ عمران نے سوزی کو دانش منزل پہنچا کر جناب زیرو
کے حوالے کرتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا کہ یہ لڑکی دہشت گرد تنظیم سے
متعلق ہے۔ اور اس کے بعد وہ چلا گیا تھا۔
بلیک زیرو اگر چاہتا تو خود بھی سوزی سے پوچھ گچھ کر سکتا تھا مگر اُسے
معلوم تھا کہ مجرم لڑکیاں آسانی سے بات نہیں کرتیں اور وہ کسی لڑکی پر
تشدد کرنے کا حامی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے جولیا کو بلا کر اس کے کمرے
میں بھیج دیا تھا۔
جولیا نے اندر آکر بڑے اطمینان سے دروازہ بند کیا اور پھر آہستہ
آہستہ چلتی ہوئی سوزی کی طرف بڑھتی چلی آئی۔ جولیا کے چہرے پر
خوشگوار سی مسکراہٹ طاری تھی۔
سوزی غور سے جولیا کو دیکھتی رہی۔ اُسے شاید کسی غیر ملکی لڑکی کے
آنے کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات
نمایاں تھے۔
"ہیلو مس سوزی ـــــ تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" ـــــ جولیا
نے سوزی کے قریب آکر بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔
"تم کون ہو اور میں کس جگہ پر ہوں" ـــــ سوزی نے پوچھا۔
"تم فی الحال تو دوستوں میں ہی ہو۔ مگر یہ سب کچھ تمہارے اپنے
رویے پر منحصر ہے" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔
"کیا مطلب ـــــ میں سمجھی نہیں" ـــــ سوزی نے منہ بنا

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دیکھو مس سوزی ——— میں صاف صاف بات کروں۔ میرا نام مادام جولیا ہے۔ میری تنظیم اس ملک میں ایک مشن پر آئی ہے۔ وہ مشن خاصا اہم اور خطرناک ہے۔ ہمیں اطلاع ملی کہ دہشت گرد اس ملک میں آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں اور پھر ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ تمہارا تعلق دہشت گردوں سے ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں یہاں بلوا لیا۔ تاکہ تم سے اطمینان سے بات چیت کی جا سکے" ——— جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر میرا بھلا کسی تنظیم سے کیا تعلق ——— میں تو تفریح کے لئے اس ملک میں آئی ہوں" ——— سوزی نے جواب دیا۔

"دیکھو سوزی ——— ہم دونوں ایک ہی پیشے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے کم از کم ایک دوسرے کے سامنے ہمیں جھوٹ نہیں کرنی چاہیئے۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو صرف تمہارے ذریعے تمہارے چیف باس سے بات کر کے صرف اتنی مہلت چاہتی ہوں کہ جب تک ہم مشن مکمل نہ کر لیں وہ اس ملک میں نہ آئیں" ——— جولیا نے اس کے قریب قالین پر بڑے مطمئن انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہیں اس بات کا کیسے یقین ہے کہ باس تمہاری بات مان جائے گا" ——— سوزی نے براہ راست جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آخر کوشش کر لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ میرا مشن زیادہ سے زیادہ دس دن تک مکمل ہو جائے گا۔ اور میں بس اتنی ہی مہلت چاہتی ہوں" ——— جولیا نے جواب دیا۔

"مگر تم باس سے بات کیسے کرو گی۔ مجھے تو اس کی فریکوئنسی کا علم نہیں ہے" ——— سوزی نے ایک اور داؤ کھیلتے ہوئے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ گلدان ہمارے پاس ہے جس کے ذریعے تم باس سے گفتگو کرتی ہو" ——— جولیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی سے کمرے کی ایک دیوار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے دیوار کے قریب پہنچ کر اپنا ہاتھ دیوار کے ایک مخصوص حصے پر رکھا ہی تھا کہ دیوار میں ایک الماری نمودار ہو گئی۔ جولیا نے بڑے اطمینان سے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اس میں رکھا ہوا مصنوعی پھولوں کا گلدان اٹھا کر اس نے دیوار برابر کی اور گلدان لے کر واپس سوزی کی طرف آ گئی جو خاموش بیٹھی جولیا کو یہ سب کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ جولیا پر اعتماد کرے یا نہیں۔ ادھر اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر چیف باس کو پتہ چل گیا کہ وہ کسی کی نظروں میں آ گئی ہے۔ تو پھر شاید اسے موت کے منہ سے کوئی نہ بچا سکے۔

"لو یہ گلدان ——— اور باس کو کال کرو" ——— جولیا نے گلدان اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر نہیں ——— میں ایسا نہیں کر سکتی۔ چیف باس مجھے ہلاک کر دے گا" سوزی نے اچانک فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اس بات کی ذمہ داری میری ——— اگر تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو تو تم اپنی تنظیم سے علیحدہ ہو کر میرے ساتھ شامل ہو سکتی ہو۔ میری تنظیم دہشت گرد سے کم حیثیت نہیں رکھتی" ——— جولیا نے اسے پچکارتے ہوئے جواب دیا۔

سوزی چند لمحے سوچتی رہی پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

گلدان کے پھولوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے مخصوص انداز میں مختلف پھولوں کو دبایا۔ اور کھینچا تو پھولوں نے تیزی سے رنگ بدلنے شروع کر دیئے اور نہ صرف سوزی بلکہ جولیا بھی چونک گئی۔

"ہیلو ڈی جی سپیکنگ اوور" ——— ایک کرخت آواز گلدان سے ابھری۔

"باس نمبر جنید۔ ڈولان سوزی سپیکنگ اوور۔" سوزی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کیوں کال کی ہے۔ اوور" ——— چیف باس کا لہجہ کچھ بہت سے زیادہ ہی سخت ہو گیا۔

"باس ——— میرے پاس اس وقت ایک تنظیم کی سربراہ مادام جولیا بیٹھی ہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں اوور۔" ——— سوزی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مادام جولیا ——— تنظیم کی سربراہ ——— کیا کہہ رہی ہو تم۔ اوور" ——— چیف باس نے حلق کے بل چیختے ہوئے پوچھا۔

"چیف باس ——— آپ مس سوزی کو کوئی الزام نہ دیں۔ میں نے اُسے مجبور کیا ہے۔ میں جولیانا تنظیم کی سربراہ مادام جولیا ہوں۔ اور پاکیشیا میں ایک خصوصی مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کی تنظیم بھی اس ملک میں آنے والی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مشن کے تکمیل ہونے تک آپ یہاں نہ آئیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں اوور" ——— جولیا نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اس وقت واقعی کسی تنظیم کے سربراہ جیسا تھا۔

"کون سی تنظیم ——— نہیں ایسی کوئی تنظیم دنیا میں موجود نہیں ہے۔ تم صرف بکواس کر رہی ہو۔ اوور اینڈ آل" ——— چیف باس نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گلدان کے پھولوں کا رنگ تیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

جولیا کی چھٹی حس نے اچانک اُسے خطرہ کا احساس دلایا تو وہ تیزی سے اٹھی اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی کچھ سمجھتی وہ تقریباً دوڑتی ہوئی دروازے تک پہنچ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اچانک کمرے میں ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ اور دھماکے کے ساتھ ہی سوزی کی چیخ بھی شامل ہو گئی۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ جولیا اچھل کر فرش پر جا گری۔ کمرہ یوں ڈول رہا تھا جیسے شدید زلزلے کی زد میں آگیا ہو۔ مگر چند ہی لمحوں بعد جیسے صورت حال بہتر ہوئی تو جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے میں ہر طرف سوزی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ خون اور ہڈیوں کا ایک مکروہ سا جال چاروں طرف بکھرا ہوا تھا۔ گلدان کسی خوفناک بم کی طرح پھٹ گیا تھا۔ چونکہ کمرہ بم پروف تھا اس لئے کمرہ نقصان سے بچ گیا۔ البتہ جولیا بال بال بچی تھی اگر اُسے چند لمحے پہلے خطرے کا احساس نہ ہوتا تو یقیناً اس وقت اس کا حشر بھی سوزی سے کم نہ ہوتا۔

جولیا نے ایک طویل سانس لی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اس کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ ایکسٹو نے اُسے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ وہ کسی طرح سوزی کو اس گلدان ٹرانسمیٹر کو استعمال کرنے پر مجبور کر دے۔ اور وہ یہ کام بخوبی کر چکی تھی۔

جولیا کمرے سے نکل کر سیدھی سٹنگ روم میں پہنچی۔ اس کے چہرے

پر قدرے جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ کیونکہ اتنی خوفناک موت سے بال
بال بچنے کے باوجود ایکسٹو نے اس کا پتہ نہ کیا تھا۔ شاید اس کے ذہن
میں ہو کہ دھماکے کے بعد ایکسٹو دوڑتا ہوا دروازے پر آئے گا۔ اور
جولیا کی خیریت پوچھے گا مگر راہداری بالکل سنسان پڑی تھی۔

پھر جیسے ہی وہ میٹنگ روم میں پہنچی۔ میٹنگ روم کا لاؤڈ سپیکر
آن ہو گیا۔

"جولیا ——— تم نے اپنا رول بہت خوبی سے نبھایا ہے" ——— ایکسٹو
کا لہجہ حسب روایت سرد تھا۔

"شکریہ سر ——— مگر میں موت کے منہ سے بال بال بچی ہوں" ———
جولیا نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے ——— اور مجھے خوشی ہے کہ تم لوگ اپنا ذہن استعمال
کرتے ہو۔ گلدان کے پھولوں کا اچانک سرخ ہو جانا اس بات کی واضح
دلیل تھی کہ اسے کھول ڈالا جا رہا ہے" ——— ایکسٹو نے اسی لہجے میں
جواب دیا۔

"مگر سر ——— اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اور پھر یہ دہشت گرد تنظیم
کہاں سے آن ٹپکی" ——— جولیا اپنی تعریف سننے کے بعد قدرے
خوشگوار موڈ میں آ گئی۔

"تمہیں فائدہ نقصان سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے
ٹیلیفون کالر سے معلوم کر لیا ہے کہ چیف باس کس جگہ موجود ہے۔
اب میں آسانی سے اس پر ہاتھ ڈال سکتا ہوں" ——— ایکسٹو نے
جواب دیا۔

"مگر سر ——— کیا وہ ہمارے ملک میں موجود ہے" ——— جولیا نے
بے تاب ہو کر پوچھا۔

"نہیں ——— وہ ویسٹ ہارف میں ہے۔ اور سنو۔ میں دہشت گرد
تنظیم کی سرکوبی کے لئے ممبرز کی ٹیم لے کر ویسٹ ہارف جا رہا ہوں۔ میرے
پیچھے تم سیکرٹ سروس انچارج ہو گی۔ تمہیں اپنے فرائض انتہائی احتیاط
سے سنبھالنے ہوں گے" ——— ایکسٹو نے کہا۔

"مگر سر میں ..." ——— جولیا نے کچھ کہنا چاہا۔

"جولیا ——— میں بحث سننے کا عادی نہیں ہوں۔ فی الحال صفدر،
کیپٹن شکیل، نعمانی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ تنویر، چوہان اور صدیقی
یہاں رہیں گے۔ اور تم انہیں کنٹرول کرو گی" ——— ایکسٹو نے انتہائی
سخت لہجے میں کہا۔

"بہت ——— بہتر جناب ٹھیک ہے" ——— جولیا نے ایکسٹو کے
انتہائی سخت لہجے پر گھبراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوکے ——— اب تم جا سکتی ہو" ——— ایکسٹو نے اس بار
قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ لاؤڈ سپیکر آف ہو گیا اور
جولیا اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی میٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔

ملٹری ایئرپورٹ سے اڑنے والا خصوصی طیارہ انتہائی تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہوا اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ طیارے میں سوپر فیاض کے ساتھ دس اور افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سر رحمان کی منتخب کردہ اس ٹیم کی منزل ویسٹ ہارٹ تھی۔ ٹیم میں شامل دس افراد انٹیلی جنس کے لوگ تھے۔ اور کیپٹن فیاض ان سے اچھی طرح واقف تھا۔ ویسے ان افراد کا انتخاب سر رحمان نے فوراً کیا تھا اور فیاض کو ایئرپورٹ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ٹیم میں کون کون لوگ شامل ہیں۔

طیارہ نے انہیں ویسٹ ہارٹ کے ہمسایہ ملک میں اتار دینا تھا۔ جہاں انہوں نے بذریعہ ریل گاڑی ویسٹ ہارٹ میں داخل ہونا تھا۔ ان سب کے پاس بی۔ ٹو ٹرانسمیٹر موجود تھے۔ اور سر رحمان کی ہدایت کے مطابق ان کا رابطہ آپس میں صرف بی۔ ٹو سے قائم رہنا تھا۔ مشن کے لئے خصوصی کوڈ بنایا گیا تھا۔ اور رابطے کے لئے خصوصی کوڈ ورڈ گرین سکارف رکھا گیا تھا۔ سر رحمان نے سب کو علیحدہ علیحدہ ہدایات

دی تھیں۔ اور فیاض کے لئے ہدایت تھی کہ وہ ویسٹ ہارٹ کے دارالحکومت پہنچ کر ہوٹل آدگترا میں ٹھہرے گا۔ جہاں اس کے نام سے ایک کمرہ بک کر دیا گیا تھا۔ باقی ہدایات اُسے وہیں ملنی تھیں۔

"اختر ۔۔۔ تمہیں کہاں ٹھہرنے کی ہدایت کی گئی ہے" ۔۔۔ فیاض نے اچانک اپنے قریب بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سوری باس ۔۔۔ سر رحمان کی خصوصی ہدایت ہے کہ ہم آپس میں معلومات کا تبادلہ نہیں کریں گے صرف حکم کی تعمیل کریں گے"۔ نوجوان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے یوں منہ بنایا جیسے اچانک اس کے حلق میں کونین کی گولی پھنس گئی ہو۔ ویسے یہ بات اسے سمجھ آ گئی تھی کہ اس پر تو ٹیم کے انچارج بننے کا خواہ مخواہ الزام دھرا گیا ہے۔ دراصل سر رحمان تمام ٹیم کو خود کنٹرول کریں گے۔

فیاض سوچنے لگا کہ کیا واقعی عمران ویسٹ ہارٹ پہنچے گا۔ اسے عمران کی فطرت سے خدشہ تھا کہ ہو سکتا ہے وہ سرے سے وہاں آئے ہی نہ۔ اور پھر وہاں آ کر آخر وہ اسے کیسے تلاش کرے گا۔ مگر اب وقت ہی اس کے ان سوالات کا جواب دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے بیٹھا سوچتا رہا اور کڑھتا رہا کہ خواہ مخواہ سر رحمان نے اپنے سر مصیبت لے لی ہے۔ جب سے فیاض کی کلائی سے عمران نے بم برآمد کیا تھا۔ فیاض کی ذہنی حالت خاصی تباہ ہو گئی تھی۔ اُسے یقین آ گیا تھا کہ کسی تنظیم سے مقابلہ خالہ جی کا کھیل نہیں ہے۔ اور اب اس کی تمام امیدیں عمران پر ہی لگی ہوئی تھیں۔

تقریباً چھ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ان کا طیارہ ویسٹ ہارٹ کے ہمسایہ ملک کے ایک حقیر ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ سید رحمان نے تمام انتظامات پہلے ہی کر لئے تھے۔ اس لئے جیسے ہی وہ لوگ طیارے سے باہر آئے۔ چند لوگ ایک جدید ماڈل کی ویگن لئے وہاں موجود تھے انہوں نے انہیں ویگن میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر ان کے ویگن میں سوار ہوتے ہی ویگن تیزی سے مختلف سڑکوں پر دوڑتی چلی گئی۔ چونکہ رات کا اندھیرا خاصا گہرا تھا۔ اس لئے شہر تقریباً تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سڑکوں پر بھی ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ویگن ایک خاصے بڑے ریلوے اسٹیشن کے طویل برآمدے میں جا کر رک گئی۔

"آپ کی گاڑی آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جائے گی۔ آپ کو ٹکٹیں آسانی سے مل جائیں گی" ـــــ ویگن ڈرائیور نے کہا اور وہ سب ایک ایک کر کے ویگن سے اتر آئے۔ چونکہ ہدایت کے مطابق یہاں سے انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا تھا۔ اس لئے وہ سب بکھر گئے۔ سوپر فیاض بڑے اطمینان سے چلتا ہوا بکنگ آفس پہنچا۔ اور پھر اس نے ویسٹ ہارٹ کا ٹکٹ خریدا۔ اس کی جیبوں میں مکمل کاغذات موجود تھے اس لئے اُسے ٹکٹ بڑی آسانی سے مل گئی۔

گاڑی انتہائی جدید اور خاصی آرام دہ تھی۔ اس لئے فیاض کو جس کیبن میں سیٹ ملی تھی۔ وہاں دو نوجوان لڑکیوں کی سیٹیں بھی تھیں۔ لڑکیاں خاصی چلبلی اور شوخ طبیعت کی تھیں۔ اس لئے جیسے ہی گاڑی نے سٹیشن سے حرکت کی۔ ان میں سے ایک نے سوپر فیاض کو مخاطب

کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ شاید ایشیا سے آئے ہیں"

"جی ہاں ـــ میں کافرستان کا رہنے والا ہوں۔ ایک کاروباری سلسلے میں ویسٹ ہارٹ جا رہا ہوں" ـــــ فیاض نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــ کافرستان تو سانپوں، جادوگروں اور عجوبوں کا ملک ہے۔ جب کہ آپ تو سیدھے سادے آدمی لگ رہے ہیں" ـــــ لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ مشرق کا رہنے والا ہر شخص جادوگر اور شعبدہ باز ہوتا ہے تو پھر آپ کو مایوسی ہوگی" ـــــ فیاض نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر آپ کی آنکھیں تو کہتی ہیں کہ آپ کسی جادوگر سے کم نہیں ہیں۔ یقین کیجئے میں جب آپ کو دیکھتی ہوں تو دل آپ کی طرف کھنچنا شروع ہو جاتا ہے" ـــــ دوسری لڑکی نے بھی بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور پہلی لڑکی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"آپ مارگریٹ کی باتوں میں نہ آئیں۔ یہ بڑی سنجیدگی سے دوسروں کو بے وقوف بنانے کا گر جانتی ہے" ـــــ پہلی لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا اور فیاض خواہ مخواہ جھینپ کر رہ گیا۔

"ڈیانا ـــــ تم خواہ مخواہ بدمزگی پھیلا رہی ہو۔ میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ سنئے مسٹر......" ـــــ مارگریٹ بات کرتے کرتے رک گئی۔

"جمیل ـــــ مجھے جمیل کہتے ہیں" ـــــ فیاض نے جلدی سے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے تمام کاغذات اسی نام سے بنائے گئے تھے۔

"جمیل" ـــــ مارگریٹ نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی تہہ یکدم گہری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہو۔

"جمیل صاحب ہوشیار ـــــ مارگریٹ مغرب کی ساحرہ ہے۔ یہ جب آنکھیں بند کر لیتی ہے تو ان کا ماضی اس کے سامنے آئینے کی طرح روشن ہو جاتا ہے" ـــــ ڈیانا نے فیاض کی طرف جھک کر بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا چہرہ یکدم زرد پڑ گیا۔

"اوہ ـــــ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں مغرب مشرق سے پیچھے ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کا نام فیاض ہے اور آپ کافرستان کے نہیں بلکہ پاکیشیا کے رہنے والے ہیں۔ اور پاکیشیا کی انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ ویسٹ لارڈ ایک خصوصی مشن پر جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے دس ساتھی اور ہیں" ـــــ مارگریٹ نے بغیر رکے تفصیل بتانی شروع کر دی۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے چوک میں کھڑا کر کے جوتے مارے جا رہے ہوں۔

وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ ایک عام سی لڑکی اتنی قطعیت سے سب کچھ بتا سکتی ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے مارگریٹ کی شکل

تکے جا رہا تھا۔

"کافی ہے یا کچھ اور تفصیل بتاؤں" ـــــ مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گلے میں پھندا پڑ گیا ہو۔ وہ حیرت کی شدت سے بولنے سے بھی قاصر تھا۔

"آ ـــ آپ کو یہ سب کچھ کیسے پتہ چل گیا" ـــــ آخر فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھ میں قدرتی طور پر کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں کہ میں کسی بھی شخص کے ماضی کے متعلق سب کچھ بتا سکتی ہوں" ـــــ مارگریٹ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مارگریٹ صحیح کہہ رہی ہے" ـــــ ڈیانا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ـــــ صحیح کہہ رہی ہے" ـــــ فیاض نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ـــــ اس کا مطلب ہے آپ اپنے ملک کی اہم ترین شخصیت ہیں۔ مجھے آپ جیسے لوگوں سے ملنے کا بے حد شوق تھا" ـــــ ڈیانا نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ایک بات اور بتا دوں مسٹر فیاض ـــــ کہ اس مشن میں آپ کی موت مقدر ہو چکی ہے مگر ......" ـــــ مارگریٹ بات کرتے کرتے رک گئی۔

"مگر کیا" ـــــ فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ موت کا سن کر اس کا تمام غرور جیسے جسم سے یکدم غائب ہو گیا تھا۔

"صرف ایک صورت میں آپ کی جان بچ سکتی ہے۔ کہ آپ ویسٹ ہارف کے سرحدی سٹیشن کا سا بلاتکا پر خاموشی سے اتر جائیں۔ اور باہر نکل کر آپ ہوٹل ایڈورڈ کے کاؤنٹر پر جا کر کاؤنٹر مین سے کہیں کہ آپ کو مارگریٹ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دے گا۔ اس پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد آپ موت سے بچ سکتے ہیں" ___ مارگریٹ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہم ___ مگر میرے ساتھی" ___ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"آپ کے ساتھی آپ کے لئے موت کا پیغامبر ہیں۔ آگے آپ کی مرضی" مارگریٹ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ___ میں ایسا ہی کروں گا۔ میں مرنا نہیں چاہتا ___" فیاض نے فوراً ہی فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ درست ہے مسٹر فیاض" ___ مارگریٹ نے جواب دیا۔ اسی لمحے گاڑی کی رفتار آہستہ ہونی شروع ہو گئی۔ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"ہم نے یہاں اترنا ہے۔ اچھا مسٹر فیاض ___ خدا کرے آپ ہوٹل ایڈورڈ تک پہنچ جائیں" ___ مارگریٹ نے کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ اٹھائے دونوں تیزی سے مڑیں اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔ فیاض آنکھیں پھاڑے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ تجربہ اس کی زندگی کا سب سے بھیانک تجربہ تھا۔

اور پھر جب گاڑی ویسٹ ہارف کے سرحدی سٹیشن پر پہنچی تو

فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور کیبن سے نکل کر راہداری میں آیا۔ اور تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ نیند میں چل رہا ہو۔ اس نے مشن پر لات مار کر صرف اپنی زندگی بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ جلد از جلد ہوٹل ایڈورڈ پہنچنا چاہتا تھا۔



عمران ﷺ بڑے اطمینان سے ٹانگیں پھیلائے ایک ضخیم فیشن میگزین کے مطالعے میں غرق تھا۔ فیشن میگزین میں چھپی ہوئی عریاں لڑکیوں کی تصویریں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آتے جیسے وہ کونین کی بہت سی گولیاں چبا رہا ہو۔

"آپ کو کوئی تکلیف ہے" ___ اچانک اس کی قریبی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان غیر ملکی لڑکی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید کافی دیر سے عمران کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

عمران اس وقت ایک مسافر طیارے کی اکانومی کلاس میں بیٹھا ویسٹ ہارف کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس نے اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہنا ہوا تھا اور ظاہر ہے چہرے پر حماقتوں کا آبشار بہہ رہا تھا۔

اُسے اپنے ملک سے پرواز کرتے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ یہ لڑکی پندرہ منٹ پہلے ایک ایئر پورٹ سے طیارے پر سوار ہوئی تھی۔ اور اب شاید یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اُسے عمران کی قریبی سیٹ ملی تھی۔

"جی ہاں ——— کوئی ایک تکلیف ہو تو بتاؤں۔ میں تو سراپا تکلیف ہوں" ——— عمران نے رسالہ ایک طرف کرتے ہوئے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ——— میں سمجھی نہیں" ——— لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی آپ کی عمر سمجھنے سمجھانے کی نہیں ہے محترمہ......" ——— عمران نے چہرے پر زبردستی کی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید مجھ سے بے تکلف ہونا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اتنی ایکٹنگ کی کیا ضرورت ہے۔ میرا نام گیبل ہے۔ میں ویسٹ ہارٹ کی ایک یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔ میرے ڈیڈی جان گیبل ویسٹ ہارٹ کے مشہور سائنسدان ہیں" ——— لڑکی نے مسکراتے ہوئے اپنا تفصیلی تعارف کرا دیا۔

"تو پھر آپ میری تکلیف نہیں سمجھ سکتیں۔ میری تکلیف کا تعلق روحانیت سے ہے جب کہ آپ سائنسدان کی بیٹی ہیں۔ ویسے میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔ اور میں ریاست ڈھمپ کا شہزادہ ہوں اور شہزادگی سے وقتی طور پر پیچھا چھڑا کر سیر و تفریح کے لئے ویسٹ ہارٹ جا رہا ہوں" ——— عمران نے آنکھوں کو گول کر کے ایک دائرے میں گھماتے ہوئے جواب دیا۔

"ہائی گاڈ ——— تم شہزادے ہو۔ مگر میرے تصور میں تو مشرقی شہزادوں کی کوئی اور ہی تصویر تھی" ——— اس بار حیران ہونے کی باری لڑکی کی تھی۔

"اگر آپ شہزادہ دیکھنا چاہتی ہیں تو پھر آپ کو ریاست ڈھمپ کا دورہ کرنا پڑے گا۔ باڈی گارڈز دستہ، سر پر کلغی والا تاج، شاہانہ لباس، چال ڈھال، گفتگو میں سمر قندی پن" ——— عمران نے جواب دیا۔

"مگر یہ ڈھمپ کہاں ہے۔ میں نے تو آج تک اس ریاست کا نام نہیں سنا۔ حالانکہ میں جغرافیہ میں ماسٹر ڈگری کر رہی ہوں" ——— لڑکی نے کہا۔

"آپ کا جغرافیہ نامکمل ہے۔ ریاست ڈھمپ ہمالیہ کے دامن میں واقع آزاد اور تہذیب یافتہ دنیا سے کٹی ہوئی ریاست ہے۔ جس میں ہماری اجازت کے بغیر کوئی غیر ملکی داخل نہیں ہو سکتا" ——— عمران نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

"اوہ ——— تو یہ بات ہے ——— ویری گڈ ——— پھر تو میں آپ کی ریاست کی ضرور سیر کروں گی۔ آپ ویسٹ ہارٹ میں میرے مہمان ہیں" ——— لڑکی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے جواب دیا۔

"میں آپ کو ریاست ضرور دکھاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ مجھے ویسٹ ہارٹ دکھائیں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل دکھاؤں گی ——— پکا وعدہ ——— مگر وہ تکلیف کیا تھی" ———

لڑکی نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"اس تکلیف کا تعلق اس میگزین میں چھپی ہوئی عورتوں کی تصویریں ہیں" ۔۔۔ عمران نے میگزین گیبل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔ میں سمجھی نہیں" ۔۔۔ گیبل نے رسالہ کھول کر تصویروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب یہ مس گیبل ۔۔۔ کہ ان تصویروں میں عورتوں نے کیا پہن رکھا ہے۔ خواہ مخواہ کا بوجھ۔ جیسے موتی صدف میں چھپا ہوا ہو" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو آپ شہزادے ہونے کی وجہ سے فطرتاً عیاش بھی ہیں۔ آپ عورتوں کو بالکل عریاں دیکھنا چاہتے ہیں" ۔۔۔ گیبل کے لہجے میں تلخی عود کر آئی۔

"ارے ارے ۔۔۔ خدا کی پناہ ۔۔۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا۔ توبہ توبہ ۔۔۔ عورت اور عریاں ۔۔۔ میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا" ۔۔۔ عمران نے بے اختیار ماتھا پیٹتے ہوئے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گیبل حیرت سے اس رنگ بدلتے گرگٹ کو دیکھنے لگی۔

"پھر آپ کا کیا مطلب تھا" ۔۔۔ گیبل نے انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب تھا ۔۔۔ چھوڑیں آپ نہیں سمجھ سکیں گی۔ میں دراصل بڑے پس ماندہ خیالات کا آدمی ہوں۔ اب دیکھئے نا ۔۔۔ ہر عورت نے جوتی پہن رکھی ہے۔ بھلا کیا ضرورت ہے اس بوجھ کی" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"جوتی پہن رکھی ہے" ۔۔۔ گیبل نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں ۔۔۔ دراصل عورتوں کے خوب صورت پیر میری کمزوری ہیں۔ اور جو عورت جوتی پہن لے مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس نے صدف میں موتی چھپا رکھا ہو" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو آپ کا مطلب جوتی سے تھا۔ میں سمجھی آپ کو لباس پر اعتراض ہے" ۔۔۔ گیبل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ سمجھ گئیں۔ اگر آپ نہ سمجھتیں تو میں بھلا آپ کا کیا بگاڑ لیتا۔ میرا بس چلے تو دنیا کی تمام عورتوں کو ننگے پیر چلنے کا حکم دے دوں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے آپ کی ریاست میں عورتیں جوتی نہیں پہنتیں" ۔۔۔ گیبل نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"توبہ کیجئے ۔۔۔ عورت اور جوتی ۔۔۔ سچ پوچھیں تو مجھے اس جوتی سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ خاصا خطرناک ہتھیار ہوتا ہے۔ اور پھر ستم یہ کہ ہر وقت موجود۔ جب جی چاہا جوتی پیر سے اتاری اور کھٹا کھٹ برسا دی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور گیبل بے اختیار ہنس دی۔

"آپ کو شاید اس ہتھیار کا خاصا تلخ تجربہ ہے" ۔۔۔ گیبل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہتھیار کوئی بھی ہو اس کا تجربہ واقعی تلخ ہوتا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ گیبل کوئی جواب دیتی اچانک طیارے میں

نصب چھوٹی سی ٹی۔وی آن ہوگیا۔ اور سب مسافر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ٹی۔وی اناؤنسر خبریں سنا رہا تھا۔

" ناظرین ـــــ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ انٹرورلڈ ٹرین جو چوپاٹی سے ویسٹ ہارف جا رہی تھی۔ ویسٹ ہارف تک پہنچنے سے پہلے ایک دھماکے سے اڑ گئی ہے۔ یہ دھماکہ اتنا خوفناک تھا کہ پوری ٹرین کے پرخچے اڑ گئے۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں آدمی اس خوفناک حادثے میں ہلاک اور زخمی ہو گئے ہیں۔ ویسٹ ہارف کے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ یہ دھماکہ اس دہشت پسند گروہ کی طرف سے کیا گیا ہے جو گزشتہ ایک ماہ سے ویسٹ ہارف میں سرگرم عمل ہے۔ امدادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ حادثے کی تحقیقات جاری ہیں " ـــــ اناؤنسر نے بڑے گلوگیر لہجے میں کہا۔

اور طیارے کے تمام مسافروں کے چہرے اس خبر کو سنتے ہی زرد پڑ گئے۔ اب ٹی۔وی پر تباہ شدہ ٹرین کی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اور واقعی اناؤنسر کے کہنے کے مطابق ٹرین کے بری طرح پرخچے اڑ گئے تھے۔ اور ہر طرف لاشیں اور انسانی اعضا بکھرے پڑے تھے۔

" دہشت پسند گروہ ـــــ یہ کون ہے " ـــــ عمران نے گیبل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ جس کا چہرہ بھی اتنی ہولناک خبر سن کر زرد پڑ گیا تھا۔

" پرنس ـــــ ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے۔ کوئی گروہ اس ملک کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ آئے دن یہ تباہیاں ہو رہی ہیں کبھی پل اڑا دیا کبھی طیارے اڑا دیئے۔ کبھی ڈیم تباہ کر دیا۔ کبھی ٹیلیفون ایکسچینج اڑا دیا۔ یوں لگتا ہے جیسے پورا ملک بارود کے ڈھیر پر موجود ہو " ـــــ گیبل نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اوہ ـــــ مگر اس دہشت پسند گروہ کے مطالبے کیا ہیں " ـــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

" معلوم نہیں ـــــ بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے وہ حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہوں۔ ہمارے ملک کے وزیراعظم نے تو یہاں تک آفر کر دی کہ وہ خود استعفیٰ دے کر نیا الیکشن کرانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہمارے ملک کے عوام اس حکومت سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس حکومت نے بے پناہ ترقیاتی کام کئے ہیں۔ اس لئے عوام نے نئے الیکشن کروانے سے انکار کر دیا۔ مگر یہ گروہ باوجود کوششوں کے پکڑا نہیں جا سکا " ـــــ گیبل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اگر آپ ایک وعدہ کریں تو میں اس گروہ کو پکڑ سکتا ہوں " ـــــ عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" کیا ـــــ کیسا وعدہ " ـــــ گیبل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

" آپ کم از کم گھر میں میرے سامنے جوتی نہیں پہنیں گی " ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور گیبل حیرت سے عمران کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

" آپ حیران ہو گئیں مس گیبل ـــــ دراصل آپ مجھ سے پوری طرح متعارف نہیں ہیں۔ میں نے کرمنالوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی ہوئی ہے۔ اور کافرستان کا مشہور جاسوس کرنل فریدی میرا شاگرد ہے۔ میں جب چاہوں اس گروہ کو کان سے پکڑ کر مرغا بنا سکتا ہوں " ـــــ عمران نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جس گروہ کو ہماری سیکرٹ سروس، پولیس، انٹیلی جنس اور حکومت کے بے شمار ادارے اپنی بے پناہ کوششوں سے نہ پکڑ سکے اُسے تم اکیلے کیسے پکڑ سکو گے" ——— گیبل نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"آپ وعدہ کریں تو سب کچھ ممکن ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم گھر میں جوتی نہ پہننے کی بات کر رہے ہو اگر تم اس گروہ کو پکڑ لو تو میں ساری عمر جوتی نہ پہنوں گی" ——— گیبل نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے ——— اتنا لمبا وعدہ نہیں چاہیئے تم خواہ مخواہ تماشا بن جاؤ گی۔ بس مختصر وعدہ کافی ہے" ——— عمران نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"وعدہ رہا" ——— گیبل نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر جذباتی انداز میں دبلاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ——— میرا ہاتھ چھوڑو۔ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی" عمران نے اپنا ہاتھ تیزی سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور گیبل اُسے یوں دیکھنے لگی جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ وہ سوچ رہی تھی کہ دہشت پسندوں کو پکڑنے کا وعدہ اور نزاکت اتنی۔

"مگر تم انہیں پکڑو گے کیسے" ——— گیبل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"بس یہی مت پوچھنا اور سنو کسی کو بتانا بھی نہیں۔ میں عامل روحانیت

ہوں۔ میں مجرموں کو ایک پُراسرار طریقے سے پکڑتا ہوں" ——— عمران نے پُراسرار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور گیبل خاموش ہو گئی۔ اُسے عمران کی باتوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔ مگر وہ اس لئے خاموش تھی کہ ہو سکتا ہے اس میں مشرق کا کوئی اسرار ہو۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد پائلٹ نے ولیسٹ ہارٹ کے ایئر پورٹ پر طیارہ اترنے کی خبر سنائی اور سب مسافر چونک کر حفاظتی پیٹیاں کھولنے میں مصروف ہو گئے۔

طیارہ رن وے پر اترا تو پیٹیاں کھول کر عمران اور گیبل باہر آ گئے۔ کسٹم وغیرہ کی پابندیوں سے گزرنے کے بعد وہ جب ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکلے تو ایک نوجوان تیزی سے چلتا ہوا گیبل کے قریب آیا۔

"آپ خیریت آ گئیں مس" ——— نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں کیا تمہارا خیال تھا کہ یہ قسطوں میں یہاں پہنچتیں" ——— عمران فوراً ہی بول پڑا اور نوجوان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پیٹر ——— یہ ہمارے مہمان پرنس ہیں ——— اور پرنس یہ پیٹر ہے ——— ہمارا ڈرائیور" ——— گیبل نے فوراً ہی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ڈرائیور ——— کیا مطلب ——— اب تک کا روں اور بسوں اور ٹرکوں کے ڈرائیور تو سنے تھے۔ مگر ہمارا ڈرائیور کیا ہوا" ——— عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا اور گیبل بے اختیار ہنس پڑی۔

"چلو پیٹر ـــ ڈیڈی انتظار کر رہے ہوں گے" ـــ گیبل نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا جو عجیب نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

اور وہ کندھے جھٹک کر واپس مڑ گیا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے قریب موجود ایک بڑی اور نئے ماڈل کی سپورٹس کار تک پہنچ گئے۔ پیٹر نے بڑے ادب سے کار کا عقبی دروازہ کھولا مگر اس سے پہلے کہ گیبل نشست پر بیٹھتی عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس سے پہلے نشست پر بیٹھ گیا کہ جیسے اُسے خطرہ ہو کہ ایک لمحے کے لئے بھی دیر ہو گئی تو قیامت آجائے گی۔ پیٹر کا چہرہ غصے کی زیادتی سے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا۔ اور اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کر دیا۔

"کوئی بات نہیں پیٹر ـــ یہ ذرا شوخ طبیعت کے مہمان ہیں" گیبل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر خود ہی اگلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"ارے تم آگے بیٹھ گئیں ـــ واہ یہ کیا بات ہوئی ـــ عورتیں ہمیشہ پیچھے بیٹھتی ہیں" ـــ عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھے رہو پرنس ـــ کچھ دیر کے لئے اپنے آپ کو عورت سمجھ لو" ـــ گیبل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مروا دیا ـــ اگر میں نے اپنے آپ کو عورت سمجھ لیا تو پھر مجھے کسی مرد سے شادی کرنی پڑے گی۔ اور میاؤں میاؤں کرتے ہوئے بچے جننے پڑیں گے۔ نا بابا۔ میں باز آیا" ـــ عمران نے کہا اور

اس سے پہلے کہ پیٹر دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا۔ عمران اس طرف کا دروازہ کھول کر باہر اترا اور جھپٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پیٹر حیرت بھرے انداز میں آنکھیں جھپکاتا یہ تماشا دیکھتا رہا۔

"میں ڈرائیونگ کروں گا۔ تم ہمارے ڈرائیور کو پیچھے بٹھا دو۔ اس شغل میں بھی عورتوں سے مت چلتی بنے" ـــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور گیبل نے ہنستے ہوئے پیٹر کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔ پیٹر برا سا منہ بناتے ہوئے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اگر گیبل درمیان نہ ہوتی تو عمران کی بوٹیاں دانتوں سے نوچ لیتا۔

دوسرے لمحے عمران نے انجن سٹارٹ کیا اور کلچ چھوڑ کر پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا۔ طاقتور انجن والی کار یوں اچھل کر آگے بڑھی جیسے توپ کے دہانے سے گولا نکلتا ہے۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو" ـــ گیبل نے چیختے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا" ـــ عمران نے گیئر بدلتے ہوئے بڑے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔

"آہستہ چلاؤ ـــ ایکسیڈنٹ ہو جائے گا" ـــ گیبل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے پرواہ نہ کرو۔ مجھے ہسپتال میں پلاسٹر چڑھاتے ہوئے اور ٹانگیں فضا میں لٹکاتے ہوئے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں۔ بڑے رومانٹک" عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ اور بڑھا دی۔

اب وہ اپنی سڑک پر یوں دوڑ رہی تھی۔ جیسے وہ کار کی بجائے جیٹ طیارہ ہو۔

سڑک پر ٹریفک کا خاصا ہجوم تھا مگر عمران کی کار ان میں سے یوں بچتی بچاتی نکلی جا رہی تھی جیسے سرکس کا کوئی کھیل ہو رہا ہو۔

گیبل کی آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے کار یا تو الٹ جائے گی۔ یا پھر کسی اور کار یا ٹرک سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ مگر ہر بار کار ٹکرانے سے بال بال بچ جاتی۔

"ارے مس تم گھگھیاں ڈالے بیٹھی رہو گی۔ بتاؤ گی بھی سہی کہ آخر جانا کہاں ہے" ——— عمران نے سٹیرنگ کو انتہائی تیزی سے دائیں بائیں موڑتے ہوئے قریب بیٹھی گیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا ——— خدا کے لئے تم کار روک دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گی۔ میرا دم گھٹ جائے گا" ——— گیبل نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران نے انتہائی پھرتی سے کار سائیڈ پر موڑی اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے بریک لگا دی۔ گیبل کا سر سکرین سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"آؤ مسٹر پیٹر ——— تم چلاؤ کار ——— میں عورت بن جاتا ہوں" ——— عمران نے نیچے اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور پیٹر خاموشی سے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور کار سبک رفتاری سے ایک بار پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔

"خدا کی پناہ ——— اس قدر تیز رفتاری ——— مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا کہ کار صحیح سلامت ہے" ——— گیبل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"واقعی پرنس خوفناک ڈرائیونگ کرتے ہیں" ——— پہلی بار پیٹر نے زبان کھولی اس کے لہجے میں مرعوبیت کے آثار نمایاں تھے۔

"پرنس کیا تم عام طور پر ایسے ہی کار چلاتے ہو" ——— گیبل نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑی کیونکہ عمران نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور ہلکے ہلکے خراٹے چل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند سو گیا ہو۔

"کمال ہے یہ شخص بھی اپنی نوعیت کا عجیب ہے۔ ایک لمحے میں ہی گہری نیند سو گیا" ——— گیبل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"مس ——— یہ پرنس کہاں کے رہنے والے ہیں" ——— پیٹر نے پوچھا مگر اس کا لہجہ مؤدبانہ ہی تھا۔

"یہ ریاست ڈھمپ کا شہزادہ ہے۔ سیر و تفریح کے لئے خفیہ طور پر ویسٹ لینڈ کی طرف آ رہا تھا کہ طیارے میں ملاقات ہو گئی" ——— گیبل نے عمران کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"باس ایسے آدمی کو برداشت نہ کر سکیں گے مس آپ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے سنجیدہ ہیں" ——— پیٹر نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"میں ڈیڈی کو منا لوں گی" ——— گیبل نے اعتماد بھرے

لہجے میں کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

کار درمیانی رفتار سے ویسٹ ہارف کی مصروف سڑکوں پر سے گزرتی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جب کہ عمران سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے سوچ رہا تھا کہ کم از کم اس نے ایک بہت بڑے سانسدان کے گھر میں رہنے کی جگہ بنا لی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جارج کیبل کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے گا۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ سر جارج کیبل کی ویسٹ ہارف کے اعلیٰ ترین حلقوں میں خاصی جان پہچان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پہلا پروگرام بدل کر سر کیبل کے ساتھ رہنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔



کمرے میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ کمرے میں موجود چار افراد چہروں پر نقاب لگائے مجسموں کی طرح کرسیوں پر جمے بیٹھے تھے۔ وہ چاروں ایک چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میز کے اوپر خاصا بڑا اور انتہائی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ یہ دہشت گرد گروہ کے چار بڑے تھے۔ وہ روزانہ یہاں ایک مخصوص

وقت پر اکٹھے ہوتے تھے۔ تاکہ چیف باس کو روزانہ کارکردگی کی رپورٹ دے کر مزید ہدایات حاصل کر سکیں۔

اُسی لمحے ٹرانسمیٹر کا بلب یکدم جل اٹھا۔ اور اس میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آواز نکلنے لگی۔ وہ چاروں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہیلو۔ ڈی۔ جی سپیکنگ اوور" ——— سیٹی کی آواز بند ہوتے ہی ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"ڈی۔ جی ون سپیکنگ اوور" ——— ٹرانسمیٹر کے قریب بیٹھے ہوئے ایک نقاب پوش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ اوور" ——— باس نے پوچھا۔

"باس ——— میں نے کراس ورلڈ آرگنائزیشن سے علی عمران کے متعلق تفصیلات منگوائی ہیں۔ ان تفصیلات کے مطابق علی عمران دنیا کا انتہائی شاطر، خطرناک، چالاک اور عیار شخص ہے۔ اس کے ریکارڈ میں بڑی بڑی عظیم تنظیموں کی تباہی درج ہے اوور" ——— نمبر ون نے جواب دیا۔

"ہونہہ ——— مجھے پہلے ہی شک تھا کہ میں نے اس شخص کا نام سنا ہوا ہے۔ اور سنو یہ شخص علی عمران پاکیشیا سے ویسٹ ہارف کے لئے چل پڑا ہے۔ تاکہ ہمیں پاکیشیا پہنچنے سے پہلے ہی ختم کیا جا سکے اوور" ——— باس نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر۔ اُسے ویسٹ ہارف زندہ سلامت نہیں پہنچنا چاہئے اوور" نمبر ون نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

لہ۔ اس کے لئے مظہر کلیم ایم اے کا خصوصی ناول "عمران کی موت" پڑھیے۔

ہاں ـــــ پہنچنا تو نہیں چاہیئے۔ مگر اس کی قسمت اچھی ہے کہ ایجنٹ
ہنڈرڈ کو اس وقت پتہ چلا جب کہ وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔
اور اس سے ہماری ایجنٹ ہنڈرڈ ون پر قبضہ کر لیا تھا اور اس نے
ہم سے رابطہ بھی قائم کر لیا تھا۔ مگر میں نے ٹرانسمیٹر بھاڑ کر ایجنٹ کو بھی ختم کر
دیا اوور" ـــــ باس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں باس ـــــ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا اوور" ـــــ نمبر ون
نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو میں تم سب کو تفصیل بتاتا ہوں۔ کیونکہ اب ہمیں یہاں اپنے مشن کو
کامیاب کرنے کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کی جنگ بھی لڑنی پڑے گی اوور"
باس نے کہا۔

"پاکیشیا کے ساتھ جنگ اوور" ـــــ نمبر ون نے کہا۔

"ہاں ـــــ حکومت پاکیشیا کو یہاں سے کسی نے ہمارے پروگرام کی
اطلاع کر دی کہ ولیسٹ نارف میں مشن ختم کر کے ہم پاکیشیا جانے کا پروگرام
رکھتے ہیں۔ اس پر وہاں سے انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی سرکردگی میں
ایک ٹیم روانہ کی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا علی عمران دوست ہے۔
چنانچہ اس نے علی عمران کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا۔ ایجنٹ ہنڈرڈ ون
سوزی نے یہ بات ٹریس کر لی اور میری ہدایت پر اس نے فیاض کی
کلائی میں نائن الیون بم فٹ کر دیا۔ تاکہ جب یہ ٹیم عمران سمیت جہاز میں
سوار ہو تو نائن الیون کے ذریعے طیارہ اڑا دیا جائے۔ مگر پھر اچانک
سوزی کی کال آئی۔ اور کوئی مادام جولیا بول رہی تھی۔ میں نے ایجنٹ
سوزی اور ٹرانسمیٹر کا خاتمہ کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مادام جولیا

ہی ساتھ ہی ختم ہو گئی ہو گی۔ بہرحال میں نے اکاؤنٹ چیکنگ مشین پر
چیک کے معلوم کر لیا کہ نائن الیون کو بھی ہیلے کا رکر دیا گیا ہے۔ اس پر میں
نے فوراً ایجنٹ ہنڈرڈ کو کال کیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ وہ اس ٹیم
کا کھوج لگائے۔ چنانچہ مجھے ایجنٹ ہنڈرڈ کی رپورٹ ملی کہ ٹیم خصوصی طیارے
پر روانہ ہوئی ہے۔ اس میں فیاض کے ساتھ دس افراد سوار ہیں ایجنٹ
ہنڈرڈ نے بہرحال بھاگ دوڑ کر کے یہ معلوم کر لیا کہ وہ احمق شخص علی عمران
اس میں شامل نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اسے تلاش کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ
چند گھنٹے قبل ایک مسافر طیارے پر پرواز کر گیا ہے۔ اس کی منزل
ولیسٹ نارف ہے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی ٹیم کو چیک کیا گیا اور پھر میری
دو ایجنٹوں نے اسے انٹرورلڈ ہوٹل میں تلاش کر لیا اور اس طرح فیاض
کو ٹریس کر لیا گیا۔ میں نے ایک اور پروگرام بنایا اور فیاض کو کاسامنڈ کر
پر آمادہ کر کے ہوٹل اینڈ ورلڈ پہنچایا۔ جہاں سے وہ ہیڈکوارٹر پہنچ چکا ہے۔ جب
باقی ٹیم کے خاتمے کے لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ٹرین کو ہی اڑا دیا
جائے۔ چنانچہ ٹرین اڑا دی گئی۔ اس طرح ہم نے فیاض کی ٹیم سے بھی
نجات حاصل کر لی۔ اور حکومت کو ایک اور زک پہنچا دی گئی اوور"
باس نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس ـــــ فیاض کو کیوں زندہ چھوڑ دیا گیا ہے اوور" ـــــ نمبر
ون نے پوچھا۔

"فیاض کو میں عمران کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے
عمران بہرحال فیاض سے رابطہ قائم کرے گا۔ اس طرح ہم اسے آسانی
سے ٹریس کر لیں گے اوور" ـــــ باس نے جواب دیا۔

"گڈ ویری گڈ ـــــ اس کا مطلب ہے باس ـــــ اب پاکیشیا کا صرف علی عمران ہی ہمارے مقابل ہے اوور" ـــــ نیبرون نے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ اور مجھے امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو دنوں بعد میں اس کا بھی خاتمہ کر دوں گا اوور" ـــــ باس کے لہجے میں بے پناہ اعتماد تھا۔

"ٹھیک ہے باس ـــــ ہمارے لئے کیا حکم ہے اوور" ـــــ نیبرون نے کہا۔

"تم چاروں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہو اور کسی بھی کامیابی پر مجھے فوراً رپورٹ دو۔ ویسے اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں کال کر لوں گا۔ اوور اینڈ آل" ـــــ باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر دوبارہ خاموش ہو گیا۔

اور پھر نیبرون کے علاوہ باقی تینوں خاموشی سے اٹھ کر باری باری تقریباً دس دس منٹ کے وقفے کے بعد باتھ روم میں گھستے چلے گئے جہاں سے ایک دروازہ عقبی گلی میں کھلتا تھا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی ویسٹ ہارف کے ہوٹل سیٹرو میں علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہائش پذیر تھے۔ انہیں یہاں پہنچے ابھی چند ہی گھنٹے گزرے تھے۔ ایکسٹو نے انہیں صرف وہاں قیام کرنے کی ہدایت کی تھی اور اس کے بعد باقی ہدایات انہیں وہیں ملنی تھیں۔

صفدر کمرے میں موجود آرام کرسی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک ویسٹ ہارف میں ایسا کون سا کام پیش آ گیا کہ ایکسٹو نے خصوصی طور سے انہیں وہاں بھیجا تھا۔ چونکہ ایکسٹو نے صرف انہیں وہاں پہنچنے جانے کے لئے کہا تھا اس لئے وہ کیس کی باقی تفصیلات سے لاعلم تھے۔

صفدر بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر گھڑی نے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ اس نے چونک کر کلائی سیدھی کی تو گھڑی کے ڈائل پر ایک نقطہ تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ صفدر نے گھڑی

بہ وہ بٹن مخصوص انداز میں کھینچا تو لفظ مسلسل جلنے لگا۔

"ہیلو ۔۔ صفدر سپیکنگ اوور" ۔۔۔۔ صفدر نے گھڑی سے منہ قریب کر کے کہا اور پھر اسے کان سے لگا لیا۔

"ایکسٹو اوور" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"یس سر ۔۔۔ ہم سب ہوٹل میٹرو پہنچ چکے ہیں اوور" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"سنو صفدر ۔۔۔ ہم اس ملک میں ایک بین الاقوامی تنظیم دہشت گردی کی سرکوبی کے لئے پہنچے ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پامالا بازار میں ایک آرٹ گیلری ہے۔ اس کی مالکہ کیتھی کا تعلق اسی تنظیم سے ہے۔ تم نے کیتھی سے رسم و راہ بڑھانی ہے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس کے لئے تم جو بھی طریقہ کار چاہو اختیار کر سکتے ہو۔ مگر کام جلد از جلد ہونا چاہئے۔ کیپٹن شکیل اور نعمانی تمہاری نگرانی کریں گے اوور" ۔۔۔ ایکسٹو نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد مطلوبہ معلومات حاصل کر لوں اوور" ۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"معلومات تم نے اس گروپ کے ہیڈ کوارٹر کے متعلق حاصل کرنی ہیں مگر کام انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہئے سمجھے اور مجھے جلد از جلد رپورٹ دینا اوور" ۔۔۔۔ ایکسٹو نے ہدایت کی۔

"بہتر جناب ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں اوور" ۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔۔ ایکسٹو کی طرف سے جواب ملا اور صفدر نے وہ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے ٹیلی فون اٹھا کر کیپٹن شکیل اور نعمانی کو ہدایات دیں اور خود کیتھی سے ملنے کے لئے تیاری میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا پامالا بازار کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد اسے پامالا بازار کے مین سٹاپ پر اتار دیا۔

اور صفدر ٹیکسی سے اتر کر بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اسے ایک دکان پر کیتھی آرٹ گیلری کا بورڈ نظر آ گیا۔ صفدر نے بڑے اطمینان سے دروازے کو دھکیلا اور آرٹ گیلری میں داخل ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک معزز تاجر کے روپ میں تھا۔

آرٹ گیلری کچھ زیادہ بڑی نہیں تھی۔ مگر وہاں خاصی قیمتی اور پرانی تصاویر نظر آ رہی تھیں۔ ایک کونے میں ایک نوجوان لڑکی کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ صفدر کو اندر آتا دیکھ کر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ صفدر بڑے اطمینان سے دیواروں پر لگی ہوئی تصاویر دیکھتا ہوا اس لڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"بہت خوب صورت گیلری ہے آپ کی" ۔۔۔۔ صفدر نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ" ۔۔۔ لڑکی نے کاروباری لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"کیا یہ گیلری آپ کے نام پر ہے؟" ——— صفدر نے اچنبھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں جناب ——— میں تو ملازمہ ہوں گیلری کی ——— مالکہ مسز کیڈی تو ہیں جو اپنے دفتر میں موجود ہیں" ——— اس لڑکی نے جھینپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ اچھا ——— کیا مسز کیڈی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں چند خاص تصویروں کی بابت ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں" ——— صفدر نے کہا۔

"ضرور جناب۔ آپ ادھر راہداری میں چلے جائیں آگے دفتر کا دروازہ ہے" ——— لڑکی نے بائیں طرف بنی ہوئی ایک پتلی سی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور صفدر سر ہلاتا ہوا تیزی سے اس راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں اندھے شیشے کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا۔ جس پر آفس کی تختی لگی ہوئی تھی۔ صفدر نے دروازے پر پہنچ کر بڑے مہذب انداز میں دستک دی۔

"تشریف لائیے" ——— اندر سے ایک مترنم نسوانی آواز سنائی دی اور صفدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جہاں دیواروں پر مخصوص قسم کی تجریدی تصویریں آویزاں تھیں۔ کمرے کے درمیان میں رکھی ہوئی ایک کافی بڑی میز کے پیچھے ایک نوجوان اور خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی

صفدر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے صفدر کہتے ہیں۔ میرا تعلق کافرستان سے ہے" ——— صفدر نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید مسٹر صفدر ——— تشریف رکھیے" ——— مسز کیڈی نے بڑے بااخلاق لہجے میں کہا اور صفدر اس کے مقابل کرسی پر بیٹھ گیا۔

"معاف کیجیے آپ کا نام سن کر میں یہ سمجھا تھا کہ آپ خاصی بوڑھی عورت ہوں گی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ گلاب کے تازہ کھلے ہوئے پھول کی طرح خوب صورت اور حسین ہیں" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی تعریف سن کر مسز کیڈی کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا۔

"شکریہ ——— آپ کا انداز بیان بے حد خوب صورت ہے تعریف کا شکریہ" ——— مسز کیڈی نے بڑے خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مسز کیڈی ——— مجھے ایک ایسی تصویر چاہیے جس کا عنوان ہے دہشت گرد" ——— صفدر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں مسز کیڈی کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد" ——— مسز کیڈی یہ لفظ سنتے ہی بری طرح چونکی ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ بدل گیا مگر اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اگر صفدر بغور اس کے چہرے کو نہ دیکھ رہا ہوتا تو شاید وہ اس تبدیلی کو محسوس نہ کر سکتا۔

"جی ہاں دہشت گرد۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ولیسٹ ہارٹ میں

موجود ہے۔ اور آپ کے وسیلے سے اُسے حاصل کیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ صفدر کا لہجہ لمحہ بہ لمحہ سپاٹ ہوتا چلا گیا۔

"معاف کیجئے ۔۔۔ میں نے اس نام کی تصویر نہ دیکھی ہے اور نہ کبھی سنی ہے" ۔۔۔ مسز کینڈی نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے مسز کینڈی ۔۔۔ میرے ہاتھ میں کیا ہے" ۔۔۔ صفدر نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ وہ ایک ہاتھ سے شیشی پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کا ڈھکن کھول رہا تھا۔

"کیا ہے؟" ۔۔۔ مسز کینڈی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

اور صفدر نے بڑے اطمینان سے شیشی کو ذرا سا جھکایا اور اس میں سے دو قطرے قریب پڑے ہوئے لوہے کے ایش ٹرے پر ٹپکا دیئے۔ دوسرے ہی لمحے لوہے کی وہ ایش ٹرے پانی بن کر بہنے لگی۔

"یہ انتہائی طاقتور تیزاب ہے مسز کینڈی ۔۔۔ اس کے چار قطرے آپ کے چہرے کو اس طرح بگاڑ دیں گے کہ دنیا کا ماہر سے ماہر پلاسٹک سرجن بھی اُسے دوبارہ ٹھیک نہ کر سکے گا" ۔۔۔ صفدر کے لہجے میں بے پناہ سختی عود کر آئی تھی۔

"کک ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟" ۔۔۔ مسز کینڈی کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا تھا۔

"بری بات ہے مسز کینڈی ۔۔۔ اپنا ہاتھ دراز کی طرف مت بڑھائیے جب تک آپ ریوالور نکالیں گی آپ کا چہرہ بگڑ چکا ہوگا اور آنکھیں بے نور ہو چکی ہوں گی" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور مسز کینڈی نے میز کی دراز کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ اتنی تیزی سے واپس کھینچ لیا کہ جیسے ایک

لمحہ دیر بھیانک نتائج کی حامل ہوگی۔

"مسز کینڈی ۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا یہ انتہائی خوبصورت چہرہ ہمیشہ کے لئے بگڑ جائے۔ ایسا حسین چہرہ قسمت والوں کی قسمت ہوتا ہے اور مقدر والوں کو ملتا ہے آپ اس کی قدر کیجئے۔ صرف اتنا بتا دیجئے کہ دستاویزات کہاں ہیں۔ میں چلا جاؤں گا اور یقین کیجئے کہ آپ پر قطعاً کوئی حرف نہیں آنے کا ورنہ ....."

صفدر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شیشی کا انداز اس طرح کر لیا جیسے اگلے ہی لمحے وہ تیزاب مسز کینڈی کے چہرے پر پھینکنے والا ہو۔

"مم ۔۔۔ مم ۔۔۔ معاف کیجئے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے" ۔۔۔ مسز کینڈی نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ کے لئے اس خوبصورت چہرے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ ایک ..... دو ....." ۔۔۔ صفدر نے گنتی شروع کر دی۔

"ٹھ ۔۔۔ ٹھہریئے خدا کے لئے رک جائیے" ۔۔۔ مسز کینڈی نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تین ..... چار ....." ۔۔۔ صفدر بڑے سرد لہجے میں گنتی گن رہا تھا۔

"چالیس نمبر، ففتھ بلاک" ۔۔۔ مسز کینڈی نے فوراً ہی کہا اور صفدر کے چہرے پر مسکراہٹ کھلنے لگی۔

"شکریہ مسز کینڈی ۔۔۔ آپ واقعی سمجھدار ہیں۔ بہرحال اس

بات کا خیال رکھیے اگر آپ کا بتایا ہوا پتہ غلط ثابت ہوا یا آپ نے ... اور سڑک پر نکل آیا۔ اور پھر جلد ہی وہ ایک ریسٹورنٹ میں داخل
ہیڈ کوارٹر اس بات کی اطلاع دی یا میرا تعاقب ہوا تو میں یا میرا کوئی ... ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے برآمدے میں بیٹھے ہوئے
بھی ساتھی کسی بھی لمحے آپ کے چہرے پر بغیر وارننگ کے تیزاب پھینک ... بوتھ کا دروازہ کھولا اور پھر نمبر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے بغیر نمبر
دے گا ۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔ مرے رسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا مگر ساتھ ہی اس نے گھڑی میں

"سچ — سچ — میں نے بالکل ٹھیک پتہ بتایا ہے۔ مگر خدا کے لئے ... مخصوص نمبر پر ایکسٹو کو کال کر لیا۔
آپ کسی کو بتائیں نہیں۔ ورنہ وہ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی زندہ نہ چھوڑیں "ایکسٹو اوور" ۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز
گے" ۔۔۔۔ مسز کیڈی نے پہلے سے زیادہ خوف زدہ لہجے میں کہا۔ سنائی دی۔
"آپ قطعاً بے فکر رہیں یہ میرا وعدہ ہے" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور "صفدر سپیکنگ سر اوور" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔
پھر اس نے بڑی تیزی سے شیشی کا ڈھکن چڑھایا اور دوسرے لمحے وہ شیشی "کیا رپورٹ ہے صفدر اوور" ۔۔۔ ایکسٹو کا لہجہ بے حد
اس کی جیب میں منتقل ہو گئی۔ نرم تھا۔
"شکریہ مسز کیڈی" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور پھر انتہائی تیزی سے "جناب میں نے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا لیا ہے۔ پتہ نوٹ کر لیجئے۔ چالیس
مڑ کر دروازہ کھولتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس نے انتہائی مختصر وقت میں نمبر بلیس مختلف بلاک ٹی اوور" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔
انتہائی اہم معلومات حاصل کر لی تھیں۔ دراصل اس نے ایک نفسیاتی چال "اتنی جلدی — یہ کیسے ممکن ہے اوور" ۔۔۔ ایکسٹو کے لہجے
چلی تھی خوب صورت لڑکی کے لئے اس کا سب سے بڑا سرمایہ خوب صورتی میں حیرت نمایاں تھی اور صفدر کا دل ایکسٹو کے اس انداز پر خوشی سے
ہوتا ہے۔ اور وہ اسے بچانے کے لئے یقیناً سب کچھ داؤ پر لگا دیتی ہے۔ کھل اٹھا۔ اس سے بڑی تعریف اس کی نظر میں اور نہیں ہو سکتی تھی اور پھر
صفدر جانتا تھا کہ اگر وہ مسز کیڈی پر تشدد کی انتہا بھی کر دیتا تو وہ کبھی صفدر نے تفصیل سے تمام باتیں بتا دیں۔
یہ انکشاف نہ کرتی مگر اس نے ایک خوب صورت سی چال چل کر مختصر سے "ویری گڈ صفدر — مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔ اب تم ایسا
وقت میں بغیر کسی تشدد کے مطلوبہ معلومات حاصل کر لی تھیں۔ کرو کیپٹن شکیل اور نعمانی کو ساتھ لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ جاؤ اور اس
سے باہر نکل کر صفدر خاموشی سے فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ کن انکھیوں سے عمارت کا مکمل جائزہ لو۔ میں ایک گھنٹے بعد خود بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔
اپنے تعاقب کا اندازہ لگا رہا تھا۔ مگر مختلف گلیوں میں سے گزرنے کے بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ کوئی اجنبی اس کا تعاقب نہیں کر رہا تو وہ باقی ہدایات موقع پر ہی دوں گا۔ اوور اینڈ آل" ۔ ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے ونڈ بٹن دبا کر رسیور

واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

اور پھر بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ فون بوتھ سے نکل کر وہ قریب بنے ہوئے ٹوائلٹ میں گھس گیا۔ اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر دوسری فریکونسی سیٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد ہی کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"شکیل سپیکنگ اوور"

"صفدر بول رہا ہوں کیپٹن شکیل ـــــ نعمانی کو ساتھ لے کر فوراً پہنچ جاؤ۔ وہاں چالیس نمبر پیلس کی نگرانی کرنی ہے۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں اور ایک گھنٹے بعد ایکسٹو خود بھی وہاں آجائے گا۔ کوڈ ایکسٹو ہی ہو گا اوور اینڈ آل" ـــــ صفدر نے کہا اور پھر وہ ٹوائلٹ سے نکل کر ریسٹورنٹ کے ہال میں پہنچ کر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوبصورت ویٹرس اس کے سر پر پہنچ گئی۔

"کافی" ـــ صفدر نے بڑے مختصر لہجے میں کہا اور وہ ویٹرس ایک لمحے تک اسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر مڑتی ہوئی تیزی سے واپس چلی گئی۔ شاید اسے شراب کی بجائے کافی کا آرڈر سن کر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ ہال میں تقریباً ہر بھری ہوئی میز پر شراب ہی پی جا رہی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد کافی اس کی میز پر سرو کر دی گئی اور صفدر نے بڑے اطمینان سے کافی کی چسکیاں لینی شروع کر دیں۔ وہ ساتھ ہی ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ جتنی آسانی سے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل گیا ہے شاید اتنی آسانی سے اس تنظیم کا خاتمہ نہ ہو سکے۔ بہرحال اسے خوشی تھی کہ کم از کم اب کام کرنے کے لئے ایک لائن آف ایکشن تو مل ہی گئی۔

کافی پینے کے بعد اس نے بل ادا کیا اور پھر ریسٹورنٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اسے ففتھ بلاک چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تقریباً دس منٹ بعد ٹیکسی نے اسے ایک سڑک پر اتار دیا۔ یہ سڑک ففتھ بلاک کہلاتی تھی اور یہاں بڑی بڑی عالی شان رہائشی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔

صفدر نے کرایہ ادا کیا اور پھر جب ٹیکسی آگے بڑھ کر ایک موڑ پر گھوم کر اس کی نظروں سے غائب نہیں ہو گئی وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر وہ کوٹھیوں کے نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔



فیاض کا سامان تھا سٹیشن پر اترتے ہی بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ خاصی تیز رفتاری سے چلتا ہوا سٹیشن سے باہر آ گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ اس کے ساتھی اسے غیر متوقع طور پر اس سٹیشن پر اترتے چیک نہ کر لیں مگر سٹیشن پر مسافروں اور ان کے استقبال کے لئے آنے والے افراد کا خاصا ہجوم تھا اس لئے فیاض کو یقین تھا کہ اسے چیک نہیں کیا گیا ہو گا۔

سٹیشن سے باہر آتے ہی اس نے ایک خالی ٹیکسی ہائر کی اور اسے

ایڈورڈ ہوٹل پہنچنے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک کافی بڑے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ فیاض نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازہ کراس کرتا ہوا ہوٹل کے ہال میں داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض ہال تقریباً خالی تھا۔ تمام خالی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ فیاض ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان کھڑا ابھی گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"میرا نام فیاض ہے اور مجھے مارگریٹ نے بھیجا ہے" ——— فیاض نے تیز تیز لہجے میں کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ آیئے میرے ساتھ" ——— کاؤنٹر مین نے چونک کر کہا اور پھر وہ انتہائی تیزی سے کاؤنٹر سے باہر نکلا اور دائیں ہاتھ پر بنی ہوئی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فیاض اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ جسے کھول کر کاؤنٹر مین اندر داخل ہوا۔ فیاض نے بھی اس کی پیروی کی۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں دیواروں کے ساتھ ساتھ آرام دہ صوفے رکھے ہوئے تھے۔

"تشریف رکھئے ابھی آپ کو محفوظ پناہ گاہ تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے گا" ——— کاؤنٹر مین نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فیاض تقریباً گرنے والے انداز میں صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

"لیجئے یہ اعلیٰ قسم کی وہسکی سے شوق فرمائیے" ——— کاؤنٹر مین نے ایک الماری سے وہسکی کی بوتل اور گلاس نکال کر صوفے کے سامنے پڑی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تت ——— تم لوگوں کا تعلق کسی خفیہ تنظیم سے ہے" ——— فیاض

نے وہسکی گلاس میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں جناب ——— مس مارگریٹ کا مشن ہے کہ وہ مظلوم لوگوں کو دشمنوں سے بچاتی رہتی ہیں۔ یہ ہوٹل ان کی ملکیت ہے" ——— کاؤنٹر مین نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور فیاض نے سر ہلاتے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں وہسکی کا آدھا گلاس حلق میں انڈیل لیا۔ اور پھر اس نے دوسرا گلاس بھرنے کے لئے وہسکی کی بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر ابھی اس کا ہاتھ بوتل تک پہنچا نہ تھا کہ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور وہ صوفے پر ہی لڑھک گیا۔ کاؤنٹر مین نے تیزی سے بوتل اور گلاس اٹھا کر واپس الماری میں رکھے اور پھر دروازہ کھول کر باہر راہداری میں آ گیا۔ اب وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ ہال کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

ہال میں پہنچ کر وہ سیدھا کاؤنٹر پر آیا۔ اور اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"شیلی سپیکنگ ——— پرندہ زخمی پڑا ہے۔ اسے لے جاؤ" ——— کاؤنٹر مین نے رابطہ قائم ہوتے ہی تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہم ابھی پہنچ رہے ہیں" ——— دوسری طرف سے درشت لہجے میں جواب ملا اور کاؤنٹر مین نے رسیور رکھ دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو کاؤنٹر مین نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ہوٹل ایڈورڈ" ——— کاؤنٹر مین کا لہجہ کاروباری تھا۔

"ہم پرندے کو لئے جا رہے ہیں تم شکار گاہ میں اطلاع کرا دو" ———

وہی کرخت آواز سنائی دی۔

"اوکے —— اسے انتہائی حفاظت سے لے جانا خاصا اہم ہے"۔ —— کاؤنٹر مین نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

ادھر عقبی گلی سے تین افراد فیاض والے کمرے میں داخل ہوئے انہوں نے فیاض کو کاندھے پر لادا۔ جب کہ ان میں سے ایک نے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر کاؤنٹر مین سے بات کی اور پھر رسیور رکھ کر وہ عقبی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ گلی کے اندر سیاہ رنگ کی ایک خاصی بڑی کار موجود تھی۔ فیاض کو انہوں نے پچھلی نشستوں کی درمیانی جگہ پر لٹا دیا اور اس پر کمبل ڈال کر اسے پوری طرح چھپا دیا گیا۔ فیاض کو اٹھا کر لے آنے والوں میں سے ایک آدمی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا جب کہ دوسرے نے سامنے والی سیٹ سنبھالی اور کاؤنٹر مین سے بات کرنے والا سٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد کار خاصی تیز رفتاری سے بیک ہو کر مین روڈ پر آئی اور پھر فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک ایسی سڑک پر آگئے جو شہر سے باہر کی طرف جاتی تھی۔ اب کار کی رفتار پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

"شیکل کہہ رہا تھا کہ خاصا اہم آدمی ہے" —— ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ظاہر ہے اہم آدمی ہی اس طرح لے جائے جاتے ہیں" —— قریب بیٹھے ہوئے شخص نے مختصر سا جواب دیا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ یہ اہم آدمی اتنی آسانی سے قابو کیسے آجاتے ہیں" —— پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے فرد نے کہا۔

"ہر اہم آدمی ضرورت سے زیادہ اعتماد کی بنا پر مار کھا جاتا ہے" ڈرائیور نے جواب دیا۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ ایک پٹرول پمپ پر رکے۔ وہاں سے انہوں نے کار میں پٹرول بھروایا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ راستے میں کئی چیک پوسٹوں پہ ان کی کار روکی گئی مگر ایک نظر دیکھ کر انہیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس طرح مسلسل چھ گھنٹے کے تیز رفتار سفر کے بعد وہ ویسٹ لارٹ کے دارالحکومت میں داخل ہو گئے۔ یہاں چونکہ ٹریفک کچھ ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے انہوں نے کار کی رفتار نارمل کر دی۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ کالونی کی ایک محل نما عمارت کے گیٹ پر انہوں نے کار روک دی۔ گیٹ پر موجود ایک مسلح دربان تیزی سے ان کے قریب آیا۔

"پرندے لے آئے ہیں" —— ڈرائیور نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی کلائی کی پشت اس کے سامنے کر دی جس پر کراس کی صورت میں ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ جیسے کسی زخم پر ٹیپ لگائی جاتی ہے۔

"اوکے" —— دربان نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ کر اس نے پھاٹک کھول دیا۔ کار سیدھی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور پھر عمارت کے وسیع و عریض پورچ میں جا کر

رک گئی اور وہ تینوں تیزی سے باہر نکلے۔ انہوں نے کمبل میں لپٹے ہوئے بے ہوش پڑے فیاض کو باہر کھینچا اور ان میں سے ایک اسے کاندھے پر لاد کر عمارت کے اندر داخل ہو گیا جب کہ باقی دو وہیں کھڑے رہ گئے۔ سامنے والا دروازہ کھول کر فیاض کو لے آنے والا ایک کمرے میں پہنچا اور اس نے فیاض کو کمرے میں موجود ایک صوفے پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد ان کی کار مڑ کر واپس پھاٹک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

اس آدمی کے باہر نکلتے ہی کمرے کا ایک دروازہ کھلا اور تین نوجوان اندر داخل ہوئے انہوں نے فیاض کو اٹھایا اور پھر کمرے سے نکل گئے۔ مختلف کمروں سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور ان میں سے ایک نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرہ کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کمرہ رکا تو سامنے کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں چل رہے تھے۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔ وہ اس دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوئے تو ایک کافی بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ بڑی بڑی مشینوں سے بھرا ہوا تھا۔ تمام مشینیں دیواروں کے ساتھ نصب تھیں۔ جب کہ درمیان میں ایک سٹریچر نما بستر موجود تھا۔ سفید ایپرن پہنے دو آدمی وہاں موجود تھے۔ ان کے اشارے پر فیاض کو لے آنے والوں نے بڑی خاموشی سے فیاض کو اس سٹریچر پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گئے۔

ان کے جانے کے بعد جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ سفید ایپرن والے

ایک آدمی تیزی سے ایک چھوٹی سی مشین کی طرف بڑھا اور اس نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مشین کے اوپر موجود چھوٹی سی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک نقاب پوش کا ہیولا ابھر آیا۔

"باس ہوٹل ایڈورڈ سے بھیجا ہوا آدمی آپریشن روم میں پہنچ گیا ہے" ——— اس آدمی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے پہلے اسے چیک کرو کہ کیا واقعی یہ پاکیشیا انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے یا نہیں" ——— نقاب پوش کی سخت آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"بہتر باس" ——— اس آدمی نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑا۔ اور اس نے پہیے لگے ہوئے سٹریچر کو کھینچ کر ایک مشین کے ساتھ لگا دیا۔ اس مشین کے اوپر ایک بڑا سا شیشے کا بنا ہوا کنٹوپ ایک لچکدار تار کے ساتھ نصب تھا۔ اس نے وہ کنٹوپ بے ہوش پڑے فیاض کے سر پر چڑھا دیا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین پر نصب سینکڑوں چھوٹے چھوٹے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اس آدمی نے مشین کے ساتھ موجود مائیک اٹھایا اور کہنے لگا۔

"تمہارا نام کیا ہے" ——— وہ بار بار اسی فقرے کو دہرا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد مشین میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور پھر یک لخت ایک آواز نکلی "میرا نام فیاض ہے" ——— یہ آواز فیاض کی تھی جو بے ہوش ہونے کے باوجود لاشعوری طور پر جواب دے رہا تھا۔

"تم کہاں سے آئے ہو" ——— سوال کرنے والے نے پوچھا۔

"پاکیشیا سے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"وہاں کیا کرتے ہو" ـــــ سوال کیا گیا۔

"میں انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"یہاں ویسٹ ہارٹ میں کس لئے آئے ہو" ـــــ سفید ایپرن والے نے ایک اور سوال کیا۔

"مجھے ایک ٹیم کے ساتھ سرکاری طور پر مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم دہشت گردوں کے خاتمے کے لئے بھیجا گیا ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"اپنے مشن کی تفصیل بتاؤ" ـــــ سوال پوچھا گیا۔

"انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان نے میرے علاوہ دس ممبروں کی ٹیم روانہ کی ہے۔ ہم ایک مخصوص طیارے میں ویسٹ ہارٹ کے سرحدی شہر میں آئے تھے وہاں سے ٹرین کے ذریعے علیحدہ علیحدہ ہو کر ویسٹ ہارٹ میں داخل ہونا تھا۔ سر رحمان نے ہمیں مزید ہدایات ویسٹ ہارٹ میں دینی تھیں" ـــــ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس سے پوچھو کہ یہ سر رحمان کے ساتھ رابطہ کیسے قائم کرے گا" ـــــ اچانک چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی اور پھر یہی سوال سفید ایپرن والے نے دہرا دیا۔

"پی۔ ٹو۔ ٹرانسمیٹر ہر ممبر کے پاس ہے صرف وہی رابطے کا ذریعہ ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ایسا کرو کہ میری آواز کا لنک مشین سے ملوا دو۔ میں خود اس سے سوال کروں گا" ـــــ چیف باس کی آواز گونجی اور آپریٹر نے انتہائی تیزی سے اس سکرین والی مشین کا ایک تار کھینچ کر سوال جواب والی مشین سے کنکٹ کر دیا۔

"عمران کو جانتے ہو" ـــــ چیف باس نے فیاض سے براہ راست سوال کیا۔

"ہاں ـــ عمران میرا دوست ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"کیا وہ بھی تمہارے ساتھ آیا ہے" ـــــ چیف باس نے پوچھا۔

"نہیں وہ علیحدہ آئے گا۔ مگر وہ یہاں میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گا۔ وہ پھر اس تنظیم کے خلاف میرے لئے کام کرے گا" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"وہ تم سے کیسے رابطہ قائم کرے گا" ـــــ چیف باس نے پوچھا۔

"اس کا مجھے علم نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی رابطہ قائم کرے گا" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"سر رحمان نے اُسے سرکاری طور پر تمہارے ساتھ کیوں نہیں بھیجا" ـــــ چیف باس نے ایک اور سوال کیا۔

"سر رحمان اور اس کی شروع سے مخالفت ہے۔ وہ کافی عرصے سے سر رحمان سے علیحدہ رہ رہا ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"علیحدہ رہ رہا ہے سے تمہارا کیا مطلب ہے" ـــــ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"سر رحمان عمران کا والد ہے" ۔۔۔ فیاض نے کہا اور چیف باس کے منہ سے غراہٹ نکل گئی۔

"ایس ون" ۔۔۔ اچانک چیف باس نے سفید ایپرن والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ۔۔۔ اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسے الیون تھرٹی کا انجکشن لگا دو۔ اور اس کی گردن میں ایکس الیون فٹ کر دو تاکہ اس کا ذہن ہمارے کنٹرول میں رہے۔ اور اس کی کارکردگی بھی مسلسل چیک کر سکیں" ۔۔۔ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ۔۔۔ ایس ون نے ایک اور مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اور سنو۔ ایس ٹو کو صرف اس کی کارکردگی کی مسلسل چیکنگ پر لگا دو۔ مجھے اس کی مکمل رپورٹ ملنی چاہئے۔ تاکہ اس کے ذریعے میں عمران اور سر رحمان دونوں کا خاتمہ کر سکوں" ۔۔۔ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ اسے واپس بھیج دیا جائے" ۔۔۔ ایس ون نے پوچھا۔

"تم نے ویسٹ ہارٹن پہنچ کر کہاں ٹھہرنا تھا" ۔۔۔ چیف باس نے اس بار فیاض سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہوٹل آرگنزا ۔۔۔ وہاں میرے نام سے کمرہ بک ہے" ۔۔۔ فیاض

نے جواب دیا۔

"ایس ون ذہنی کنٹرول کا انجکشن اور ایکس الیون کی فٹنگ کے بعد اسے ہوٹل آرگنزا پہنچا دینا اور اس کے ذہن سے مارگریٹ سے ملنے اور ہوٹل آرگنزا تک پہنچنے تک کے تمام واقعات صاف کر دینا تاکہ یہ کسی کو کسی قسم کی نشاندہی نہ کر سکے" ۔۔۔ چیف باس نے ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر باس ۔۔۔ آپ کے حکم کی مکمل تعمیل ہو گی" ۔۔۔ ایس ون نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو ۔۔۔ کام مکمل ہونے کے بعد مجھے رپورٹ دینا تاکہ میں ذاتی چیکنگ کر لوں" ۔۔۔ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سکرین سے اس کا ہیولا غائب ہو گیا۔

ایس ون اور ایس ٹو دونوں اب تیزی سے چیف باس کی ہدایات کے مطابق کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایس ٹو نے ایک انجکشن فیاض کی گردن کی پشت میں انجکٹ کر دیا۔ اس انجکشن کے بعد فیاض کا ذہن اب چیف باس کے کنٹرول میں آ گیا تھا۔ چیف باس صرف سوچ کی لہروں سے اسے کوئی بھی حکم ہزاروں میل دور سے دے سکتا تھا۔ اور فیاض نے اس کی تعمیل لازمی کرنی تھی۔ چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے پھر وہ اس کی گردن کی پشت میں ایک چھوٹا سا ٹیلی ٹرانسمیٹر کھال چیر کر فٹ کرنے میں مصروف ہو گئے تاکہ فیاض نہ صرف ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ بلکہ وہ ریسیونگ مشین پر اس کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ سن بھی سکیں۔

صفدر کوٹھیوں کے نمبروں پر نظریں دوڑاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جلد ہی اُسے ایک کافی بڑی عمارت کے گیٹ پر چالیس کا ہندسہ چمکتا ہوا نظر آگیا۔

صفدر نے وہاں رک کر ادھر ادھر دیکھا تو اُسے ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ یہ سیٹی اُسے اپنی پشت پر ایک درخت کی طرف سے آتی سنائی دی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور پھر اسی لمحے درخت کی اوٹ سے کیپٹن شکیل نکلتا ہوا نظر آیا۔

"نعمانی کہاں ہے"۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"وہ عمارت کی پشت پر موجود ہے۔ اور ایک اہم بات سنو۔ ابھی ابھی ایک کار اس کوٹھی سے باہر نکلی ہے۔ جسے ایک خوب صورت لڑکی چلا رہی تھی"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تو پھر اس میں خاص بات کیا ہوئی"۔۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی میں نے خاص بات بتائی کہاں ہے۔ کار میں اس لڑکی کے ساتھ عمران بھی بیٹھا ہوا تھا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور صفدر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو عمران کا یہاں کیا کام۔۔۔۔ وہ تو پاکیشیا میں ہوگا"۔ صفدر نے کہا۔

"کام کا تو مجھے علم نہیں۔ بہرحال عمران کار میں بیٹھا ضرور تھا اور خاصا مطمئن لگ رہا تھا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ یہ خبر ایکسٹو کو فوراً ملنی چاہئے۔ میرا خیال ہے اس بار عمران اپنے طور پر یہاں کام کر رہا ہے۔ اس کا خیال ہوگا کہ وہ اپنے طور پر مشن کامیاب کر کے ایکسٹو پر طنز کرے گا"۔۔۔۔ صفدر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

"مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ عمران ہمارا دوست سہی۔ مگر یہ سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کی عزت کا سوال ہے۔ ایکسٹو کا سر عمران کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے"۔۔۔۔ صفدر کے لہجے میں آہنی عزم کروٹیں لے رہا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کچھ جواب دیتا۔ ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ کوئی مقامی نوجوان تھا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل اُسے اپنی طرف آتا دیکھ کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔

"ایکسٹو سامنے والے ریسٹورنٹ میں پہنچ جاؤ"..... نوجوان نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا مگر اس کے حلق سے نکلنے والی مخصوص غراہٹ نے ہی انہیں بتا دیا کہ وہ ایکسٹو ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا یہ اسرار جسے اصل شکل میں دیکھنے کی حسرت میں وہ سب مرے جا رہے تھے۔ ایکسٹو کئی بار اس روپ میں ان کے سامنے آیا تھا۔ مگر انہیں معلوم تھا کہ وہ کسی بھی قیمت میں اس کی شکل نہ دیکھ سکیں گے۔ اور شاید یہ حسرت وہ اپنے ساتھ لئے قبر میں چلے جائیں۔

ایکسٹو جب کافی آگے بڑھ گیا تو وہ دونوں بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس ریسٹورنٹ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ ریسٹورنٹ کے دروازے میں داخل ہوئے تو انہیں سامنے کیبن میں ایکسٹو بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اخبار کے مطالعے میں مصروف نظر آیا۔ وہ دونوں جھجکتے ہوئے اس کیبن میں داخل ہوئے اور پھر صفدر نے ہاتھ بڑھا کر پردہ برابر کر دیا۔

اسی لمحے ایک ویٹر نے پردہ ہٹا کر سر اندر ڈالا۔

"دو کپ کافی"..... ایکسٹو نے اپنی مخصوص آواز میں کہا اور ویٹر کا سر غائب ہو گیا۔ وہ دونوں قدرے مؤدبانہ انداز میں اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور شاید یہ ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ ایکسٹو کے اتنے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد ویٹر نے کافی کے دو مگ

میز پر رکھ دیئے۔

"پیو"..... ایکسٹو نے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ان دونوں نے خاموشی سے کافی کے مگ اٹھا لیئے۔

"نعمانی کہاں ہے"..... ایکسٹو نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"وہ عمارت کی پشت پر ہے"..... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"گڈ"..... ایکسٹو نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"سر ایک اہم خبر ہے۔ کیپٹن نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ مطلوبہ عمارت سے ایک کار نکلی تھی جسے ایک لڑکی چلا رہی تھی اور عمران اس کے ساتھ بیٹھا تھا"..... صفدر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"عمران"..... ایکسٹو بری طرح چونک پڑا۔

"ہاں سر..... وہ عمران ہی تھا۔ میں نے واضح طور پر دیکھا تھا"..... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ..... اس کا مطلب ہے عمران اپنے طور پر کام کر رہا ہے اور وہ ہم سے پہلے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا ہے"..... ایکسٹو کے لہجے میں گہری تشویش نمایاں تھی۔

"سر..... وہ شاید عمارت سے [illegible] کھسکنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے کسی قیمت پر ایسا نہیں کرنے دوں گا"..... صفدر نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"ہوں..... ہمیں اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہمیں اپنے کام کی رفتار تیز کر دینی چاہئے۔ میرا خیال ہے اس عمارت کو اندر سے چیک کر لیا جائے"..... ایکسٹو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔